روحِ سلوک

مجموعۂ کلام

شاہین اقبال اثر جونپوری

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال کراچی پاکستان

فون ۴۹۹۲۱۷۶

تعارف

ہے حاصلِ طریق معاصی سے اجتناب
تقویٰ کا اہتمام ہی روحِ سلوک ہے

ہر شعر اس کا جانِ تصوف ہے بالیقیں
مجموعہ کلام ہی روحِ سلوک ہے

فہرست

تقاریظ اکابرینِ کرام

مقدمہ

پیش لفظ

حمد باری تعالیٰ شانہ

نذرانۂ عقیدت دربارگاہِ نبوت ﷺ

در مدحِ شیخ

پند و موعظت (اصلاحی اشعار)

اصلاحی نظمیں

متفرقات

عکسِ تحریر

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دامت برکاتہم

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

HAKIM MUHAMMAD AKHTAR

NAZIM
MAJLIS-E-ISHATUL HAQ

KHANQAH IMDADIA ASHRAFIA
ASHRAFUL MADARIS
GULSHAN-E-IQBAL-2, KARACHI.
P.O BOX NO. 11182
PHONES : 481958 - 482676 - 4961958

حکیم محمد اختر عفی عنہ
ناظم، مجلس اشاعۃ الحق
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ / اشرف المدارس
گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
۴۸۱۹۵۸-۴۸۲۶۷۶-۴۹۶۱۹۵۸

تقریظ

کتاب مجموعۂ کلام اثر (روح سلوک) کے منتخبات
اکثر خود صاحب کلام سے اقبال اثر ہماری مجالس میں
سناتے رہتے ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ بہت با اثر اور مفید اور
طالبین اصلاح کیلئے اصلاح نفس کا مفید ذخیرہ ہے
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے شرف قبول بخشیں اور
طالبین کیلئے مفید بناکر صدقۂ جاریہ بنادیں آمین

راقم الحروف محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

پیشِ نظر تقریظ پہلے مجموعہ کلام بنام ''کلام آثر'' میں شائع شدہ حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ ہے جسے برکت کے لئے ''روحِ سلوک'' کی زینت بنایا جارہا ہے۔

تقریظ

مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

نوجوان شاعر جناب ''شاہین اقبال آثر'' صاحب سلمہ کا کلام ماشاء اللہ نہایت اثر آفریں ہے اور ابھی ان کے لئے یہ شعر خود بخود موزوں ہو گیا ؎

آثر کی آہِ سحر میں یہ اثر دیکھا ہے
کہ اس کے شعر ہوئے کتنے پر اثر اختر

وہ ماشاء اللہ فطری شاعر ہیں کیونکہ اس کم عمری میں بدون ملکہ خداداد ایسے عمدہ اشعار کوئی بہ تکلف نہیں کہہ سکتا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بزرگوں کے تعلق کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شاعری کو مجاز کی رطب و یابس، گل و بلبل کے فرسودہ قصوں، حسن و عشق کے بیہودہ واقعات سے بچالیا اور ان کا کلام الحمد للہ عشق حقیقی و تصوف و سلوک کی پاکیزہ لذتوں اور تعلیماتِ اکابر کا حامل ہے۔ اپنے بزرگوں کی تعلیمات کو انہوں

نے اشعار کے سانچہ میں نہایت خوبصورتی سے ڈھالا ہے۔ ان کی شاعری خصوصاً نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور تازیانۂ عبرت ہے۔ یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ عنقریب ان کا مجموعہ کلام شائع ہو رہا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت تک امتِ مسلمہ کیلئے مشعلِ ہدایت اور عشقِ الٰہی کا ذریعہ اور ان کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے۔

حکیم محمد اختر عفی اللہ عنہ

مقدمہ

جناب خالد اقبال تائبؔ صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت مولانا **شاہ حکیم محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم

آثرؔ کا مجموعہ کلام ''روحِ سلوک'' دل کی آواز ہے جو ایک صاحب دل کی صحبت کے اثر سے دل پذیر بھی ہے اور دلنواز بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ اچھی شاعری سہ جہتی مکالمہ ہوتی ہے۔ مکالمہ 'اپنے خالق سے' اپنی ذات سے' اور اس کائنات سے۔ مگر یہاں ایک جہت اضافی ہے اور وہ ہے اپنے مصلح و مرشد کے احسانات و عنایات کا ذکر اور احباب و متعلقین کو ان سے مستفید ہونے کی ترغیب۔ یوں آثرؔ کی شاعری مذکورہ مثلث کی بجائے ایک مربع کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ کبھی وہ خالق کائنات کی صناعی کا ذکر کرتے ہوئے یوں محو ثنا ہے۔

گلشنِ دہر کی صنعت کا کوئی پہلو ہو
تیری تعریف کا پہلو نظر آتا ہے مجھے

تو کبھی دوریِ حق کے سلسلے میں خود سے اس طرح شاکی ہے:

ہم اس سے دور ہوگئے کتنا عجیب ہے
شہ رگ سے بھی جو ذات زیادہ قریب ہے

اور کسی مقام پر وہ اپنے رب کی حضور دعا گو ہے:

الٰہی چلچلاتی دھوپ ہے غفلت کی اور ہم ہیں
تو اپنی یاد کا سر پر ہمارے سائباں کردے

الغرض وہ جہاں جو کہتا ہے موقع و مناسبت کے اعتبار سے خوب کہتا ہے۔

حمد کے بعد آثر نے بجا طور پر صنفِ نعت کو بھی امت کی عملی زندگی میں انقلاب لانے کے لئے ایک موثر ذریعہ کے طور پر استعمال کیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے مثلاً

بہت سننے کو سیرت پر ہمیں تقریر ملتی ہے
اطاعت کی مگر پیروں میں کم زنجیر ملتی ہے

پہلے عمل میں ان کی آثر پیروی کرو
پھر اس کے بعد دعوئ عشق نبی کرو

نبی سے عشق کا دعوئ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے

جہاد کے موضوع پر بھی اس کا قلم کسی سے پیچھے نہیں

رہا بلکہ اکثر دینی حلقوں میں وہ اس حوالے سے اپنی مخصوص شناخت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ یوں اظہارِ افسوس کرتا ہے:

خدا کا حکم مسلمان ہو کے توڑ دیا
جہاد جیسے فریضہ کو ہم نے چھوڑ دیا

کس نے کہا کہ عابد و زاہد نہیں ہے تو
افسوس تو یہ ہے کہ مجاہد نہیں ہے تو

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ آثر کی شاعری میں ایک جہت اضافی ہے اور وہ ہے اپنے شیخ و مصلح سے والہانہ تعلق اور ان کے احسانات کا ذکر نیز مخلوقِ خدا کو ان سے اکتسابِ فیض کی دعوت کا جذبہ تو یہاں بھی اس کی شعر گوئی کا سلیقہ اظہار سے ابلاغ تک اپنے اندر ایک شانِ دلربائی لئے ہوئے ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسنِ انتخاب کی ہے

ضعیفِ میکدہ سے وہ ملے پیر مغاں بنکر
مقابل ہو اگر نو عمر تو نوخیز ہے ساقی

اُس ایک پھول کی خوشبو بسی جہان میں ہے
جو پھولپور سے گلشن میں گلستان میں ہے

آثرؔ کو گلستانِ دہر میں پھر پوچھتا بھی کون
اگر اس خار کو گلشن سے کچھ نسبت نہیں ہوتی

افراد و معاشرہ کی اصلاح جو آثرؔ کی شاعری کا اصل موضوع ہے اس میں وہ اس حد تک کامیاب ہے کہ رشک کیا جائے۔

؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

زندگی کا لطف سچ پوچھو تو بس سنت میں ہے
ایسا لگتا ہے کہ جیسے آدمی جنت میں ہے

آثرؔ جب مہرباں انسان پہ قسمت ہونے لگتی ہے
کسی اللہ والے سے محبت ہونے لگتی ہے

غضِ بصر پہ نفس نے جب آہ آہ کی
فوراً صدائے روح اٹھی واہ واہ کی

اصل آنکھیں تو کھلیں گی قبر میں جانے کے بعد
کون اصلی دیدہ ور ہے یہ ابھی مت پوچھئے

رابطہ کم ہوگا جتنا عالمِ فانی کے ساتھ
روح نکلے گی آثرؔ اتنی ہی آسانی کے ساتھ

اس مجموعہ کلام میں اس طرح کے بیسیوں اشعار 'دورانِ مطالعہ ہمارے دامنِ دل کو اپنی جانب کھینچتے ہوئے محسوس ہونگے۔

تو آیئے .... ''روحِ سلوک'' سے اپنے جسم خاکی و عارضی کو منزلِ حق سے ہمکنار کرنے کا سلیقہ سیکھنے کی نیت سے ورق الٹتے ہیں اس دعا کے ساتھ کہ حق تعالیٰ اس مجموعہ کلام کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور اسے شاعر 'اسکے شیخ و مربی' والدین، دوست احباب 'جملہ معاونین 'عام مومنین و مومنات اور اس سیہ کار ''خالد اقبال تائب'' کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

آمین

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب کو ناچیز کا پہلا مجموعہ کلام بھی کہہ سکتے ہیں اور دوسرا بھی کیونکہ پہلے مجموعہ کی طباعت و اشاعت میں بوجہ عجلت وہ معیار قائم نہیں رکھا جاسکا تھا جس سے کہ وہ اہلِ ذوق کی توجہ حاصل کر سکتا۔ لہٰذا اب تقریباً پانچ سال کے عرصے کے بعد اکثر نئے اور بعض شائع شدہ منتخبات حضرت اقدس دامت فیوضہم کے ارشادات 'احباب کی فرمائش اور اپنے قلبی داعیہ سے متاثر ہو کر نذرِ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مجموعہ کلام کا نام میرے شیخ و مربی حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مد ظلہ العالی کی تجویز و ارشاد پر "روحِ سلوک" رکھا گیا ہے۔

ناچیز کی کاوشِ سخن اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کرم اور عارف باللہ حضرتِ اقدس حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضہم کے فیض کے سوا کچھ نہیں۔ ادھر حضرتِ اقدس کے ملفوظات کانوں میں رس گھولتے ہیں ادھر حضرتِ والا کی صحبت، معیت اور کیفیت کی برکت سے طبیعت خود بخود اشعار کے لئے

موزوں ہو جاتی ہے۔ یوں ''نقلِ ارشاداتِ مرشد می کنم'' کے مصداق ناچیز حضرتِ اقدس کے ملفوظات کو باآسانی نظم کا جامہ پہنادیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ حضرتِ والا دامت برکاتہم العالیہ کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائے اور صحت و عافیت اور دین کے عظیم کاموں کے ساتھ ایک ایسی طویل حیات عطا فرمائے جو فی زمانہ ایک کرامت ہو اور ہمیں حضرتِ اقدس کی خوب قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے سلسلے میں میرے جملہ معاونین کو دنیا اور آخرت میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کلام کی ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور امت کے لئے نافع اور ناچیز کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین

بندہ شاہین اقبال اثرؔ

تحدیث بالنعمۃ

فلک سے نت نئے مضموں عطا فرمائے جاتے ہیں
میں خود لکھتا نہیں اشعار تو لکھوائے جاتے ہیں

گلستانِ سخن سرسبز اور شاداب ہوتا ہے
مضامیں غیب سے کچھ اس طرح برسائے جاتے ہیں

ملا کرتا ہے دستِ غیب سے افکار کا توشہ
فقط الفاظ کا جامہ اثر پہنائے جاتے ہیں

کسی کا عشقِ پنہانی ہمیں مجبور کرتا ہے
اثر یونہی نہیں زلفِ سخن بکھرائے جاتے ہیں

سمجھنے سے ہے جس کے فہم عاجز عقل بھی ہے حیراں
وہ اسرارِ محبت قلب کو سمجھائے جاتے ہیں

جہانِ غیب سے سجتا ہے جب اشعار کا گلشن
قوافی خود بخود صحنِ سخن میں آئے جاتے ہیں

وہاں سے ملتی ہے تخئیلِ نو کی آسمانی بھیک
یہاں جب دامنِ شعر و سخن پھیلائے جاتے ہیں

ہماری شاعری کی لاج رکھتا ہے ہمارا رب
کہ ہم شاہِ سخن کے مقتدی کہلائے جاتے ہیں

کسی کے سوزِ پنہاں نے لگائی دل میں ایسی آگ
کہ جس سے بزمِ عالم کو اثر گرمائے جاتے ہیں

حمد

باری تعالیٰ شانہ

گلشن دہر کی صنعت کا کوئی پہلو ہو
تیری تعریف کا پہلو نظر آتا ہے مجھے

حمد

جو جسم و جاں کے ساتھ ہے شہ رگ کے پاس ہے
سوچو تو اس کی ذات بعید از قیاس ہے

دل کی نظر سے خالقِ دل پر نظر کریں
اہلِ نظر سے میری یہی التماس ہے

ہر چیز سے عیاں ہے وہ ہر چیز میں نہاں
پتوں میں اس کا رنگ ہے پھولوں میں باس ہے

دیتی ہے عقل ہفت حجابات کی خبر
اور عشق کا ہے دعویٰ کہ تو بے لباس ہے

اِس عالمِ سراب میں سیراب ہے وہی
جو تجھ کو ڈھونڈتا ہے جسے تیری پیاس ہے

فقدان ہے خدا کی خشیت کا اصل میں
ماحول میں جو آج یہ خوف و ہراس ہے

تُو ہی تو میرا اول و آخر ہے کارساز
تُو آخری امید تُو ہی پہلی آس ہے

حمد
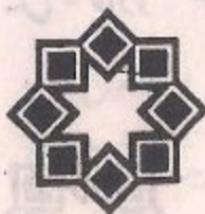
جلوہ تیرا ہی ہر سُو نظر آتا ہے مجھے
دیکھوں جس سمت تُو ہی تُو نظر آتا ہے مجھے

پھول پتوں میں تری ذاتِ مقدس ہے نہاں
عطر میں خالقِ خوشبو نظر آتا ہے مجھے

گلشنِ دہر کی صنعت کا کوئی پہلو ہو
تیری تعریف کا پہلو نظر آتا ہے مجھے

ڈھونڈتا ہوں تجھے گھبرائی ہوئی آنکھوں میں
دشت میں جب کوئی آہو نظر آتا ہے مجھے

اک ترے رحم کا مجھ کو ہے سہارا یا رب
ورنہ یہ نفس تو بالسو نظر آتا ہے مجھے

سحر انگیز ہیں اشعار ثنا کے ایسے
ایک اک شعر میں جادو نظر آتا ہے مجھے

حمد

ترا کیا ہے تو ہم ذروں کو پھر سے کہکشاں کر دے
تُو چاہے تو ابھی پل میں زمیں کو آسماں کر دے

الٰہی چلچلاتی دھوپ ہے غفلت کی اور ہم ہیں
تو اپنی یاد کا سر پر ہمارے سائباں کر دے

تری ہی ذات میری زیست کا مقصود بن جائے
خیالِ غیر کو احساس پر کوہِ گراں کر دے

مرے ظاہر کو جیسے حسنِ سنت سے نوازا ہے
مرے باطن میں بھی پیدا وہ ساری خوبیاں کر دے

شقاوت سے مرا دل ہو گیا مانند پتھر کے
تو اس پتھر سے یارب اشک کا دریا رواں کر دے

فقط اِک ذاتِ باقی کو نگاہوں کا بنا مرکز
اثرؔ اس کے علاوہ بند ساری کھڑکیاں کر دے

حمد

یکتا ہے ذاتِ ایزدی اپنی صفات میں
اس کا شریک کوئی نہیں کائنات میں

آئے نہ اس کی بات تو بے بات کی ہے بات
کرتا ہوں اس کی بات جبھی بات بات میں

حلم و کرم سے جرم و خطا پر مُصر نہ ہو
قرآن نے بتایا ترا رب ہے گھات میں

عنبر شمامہ مشک ہو خس ہو یا عود ہو
خوشبو اسی کی پاتا ہوں میں عطریات میں

اک خالقِ حیات پہ مرنا جو سیکھ لے
لاکھوں حیات پائے گا اپنی حیات میں

تفریق رنگ و نسل برائے شناخت ہے
اور ہم الجھ گئے ہیں آثر ذات پات میں

مناجات

کوئی مجھ سے پوچھے میں کیا مانگتا ہوں
میں اپنے خدا سے خدا مانگتا ہوں

وہ ہو جائے میرا میں ہو جاؤں اس کا
یہی رات دن میں دعا مانگتا ہوں

عطا کر دے وہ مجھ کو اپنی محبت
نہیں کچھ میں اس کے سوا مانگتا ہوں

ہے ناراضگی جس کی دوزخ سے بڑھ کر
اسی ذات کی بس رضا مانگتا ہوں

طلب خلد کی درجہء ثانوی ہے
میں اول رضائے خدا مانگتا ہوں

اگر میرے اعمال تو کچھ نہیں ہیں
میں بخشش بروزِ جزا مانگتا ہوں

حمد

چھا گیا رنگِ سخن پر جب تری مدحت کا پھول
بس اسی دن سے مہک اٹھا مری قسمت کا پھول

خارِ ذلت سے جو گزرے رب العزت کے لئے
رب العزت کیوں نہ بخشے پھر اسے عزت کا پھول

گر گیا ہے اب نگاہوں سے مری ہر ماسوا
باغِ دل میں مسکراتا ہے تری عظمت کا پھول

خارِ عصیاں سے ہوا ہے دامنِ دل تار تار
چارہ گر اس زخم کا مرہم تری نسبت کا پھول

اے مسلماں خالقِ گلشن کے در پر سر جھکا
شاخِ نخلِ دہر پہ کھل جائے گا رفعت کا پھول

عقل حیراں رہ گئی ہے دیکھ کر انکا کرم
اک طرف عصیاں کے کانٹے اک طرف رحمت کا پھول

خالقِ گلشن کی خوشبو بس گئی ایسی آثر
اب کسی صورت نہیں بھاتا کسی صورت کا پھول

حمد

کھلا سائنس پر بھی آخرش یہ انتظام اُس کا
کہ ہر انسان کے دل پر لکھا ہوتا ہے نام اس کا

نہ اُس کی ابتدا کوئی نہ اس کی انتہا کوئی
ازل اُسکا ابد اُسکا بقا اُسکی دوام اس کا

وہ سلطاں ہے مگر محلوں کو مسکن کب بناتا ہے
کہ ہوتا ہے دیارِ قلبِ مومن میں قیام اس کا

مری نالائقی بے حد کریمی اس کی بے پایاں
خطا کرنا مری عادت عطا کرنا ہے کام اس کا

زہے قسمت کہ حاصل ہو خدا کی معرفت جسکو
اثر پھر تو نماز اُسکی سجود اسکے قیام اس کا

حمد

بزمِ ہستی مری کیا ہے مجھے معلوم نہ تھا
میرے اندر تُو چھپا ہے مجھے معلوم نہ تھا

اپنے مشتاقِ زیارت سے حجاب آخر کیوں
یہ محبت کی ادا ہے مجھے معلوم نہ تھا

میں اسے ڈھونڈتا پھرتا تھا تمام عالم میں
خانہء دل میں خدا ہے مجھے معلوم نہ تھا

عارضی حسن کے آغاز نے دل موہ لیا
اس کا انجام فنا ہے مجھے معلوم نہ تھا

کھو کھلا کردیا جس نے کہ مجھے اندر سے
میری قاتل تو انا ہے مجھے معلوم نہ تھا

خانہء دل میں ہوئی خوشبوئے جاناں محسوس
پھول صحرا میں کھلا ہے مجھے معلوم نہ تھا

جس بتِ کافرِ مطلق کو میں سمجھا سورج
وہ اثر بجھتا دیا ہے مجھے معلوم نہ تھا

حمد

نشۂ عشق کو زائل نہیں ہونے دیتا
حسن اغیار پہ مائل نہیں ہونے دیتا

پردۂ عقل کو حائل نہیں ہونے دیتا
عشق محتاجِ دلائل نہیں ہونے دیتا

دعویٰ کرتا ہے وہ کیا عشق میں جانبازی کا
دل کو زخموں سے جو گھائل نہیں ہونے دیتا

آنکھ کہتی ہے نظر کیوں نہیں آتا محبوب
دل مگر عقل کا قائل نہیں ہونے دیتا

اہلِ ایقان کو مشغولئ قرآن و حدیث
محوِ اخبار و رسائل نہیں ہونے دیتا

غیرتِ بندگیٔ حق کا کرشمہ ہے آخر
جو کسی غیر کا سائل نہیں ہونے دیتا

حمد
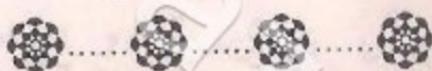
ہم اُس سے دور ہو گئے کتنا عجیب ہے
شہ رگ سے بھی جو ذات زیادہ قریب ہے

ناراض ہو وہ جس سے وہ سب سے بڑا شقی
جو اسکو خوش کرے وہ بڑا خوش نصیب ہے

جو اسکو یاد رکھے وہی دوست ہے مرا
جو اسکو بھول جائے وہ میرا رقیب ہے

تو دل میں ہو تو خارِ بیاباں بھی پھول. پھول
تیرے بغیر گلشن عالم مہیب ہے

تیری رضا بغیر زباں تک نہ ہل سکے
ثابت ہوا کہ تیرا کرم ہی خطیب ہے

مقبولیت میں شک نہیں رہتا دعا کے بعد
پیشِ نظر جو آپ کا اسمِ مجیب ہے

حمد

وجدان کی لے پر ترا پیغام سنا ہے
دیکھا تو نہیں تجھ کو ترا نام سنا ہے

ہے صدق نجات اور اثر کذب ہلاکت
اک مخبرِ صادق ﷺ سے یہ پیغام سنا ہے

سو قتل کے مجرم کو بھی دیتا ہے معافی
رحمت ہے ہر اک شے پہ تری عام سنا ہے

تو جس کا ہوا اس کا دو عالم میں بنا کام
چرچہ یہ دو عالم میں ترا عام سنا ہے

کیا ہوگا ترے لذتِ دیدار کا عالم
دیوانوں نے اب تک تو ترا نام سنا ہے

پائی ہے بلندی جو مرے دل نے یقیں کی
سجدے میں گرا ہے بتِ اوہام سنا ہے

جب جوش میں آتی ہے تری شانِ کریمی
دیتا ہے خطاؤں پہ بھی انعام سنا ہے

انسان ہی غافل ہے ترے ذکر سے یارب
لیتی ہے ہر ایک چیز ترا نام سنا ہے

اک آس پہ زندہ ہے مرا قلبِ شکستہ
مسکن ہے ترا ہر دلِ ناکام سنا ہے

عشاقِ زیارت کو اثر جلوہ دکھانے
ہر شب کو وہ آتے ہیں سرِ بام سنا ہے

حمدِ خدائے پاک کوئی سہل تو نہیں
اتنے عظیم کام کا میں اہل تو نہیں

نذرانۂ عقیدت

دربارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا دعوی سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

میں جب اشعار کہنے بیٹھتا ہوں مدحِ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے
تو میری شاعری کی غیب سے امداد ہوتی ہے

نعت

نبی ﷺ کی یاد ہی سے روحِ مومن شاد ہوتی ہے
نبی ﷺ کے ذکر ہی سے بزمِ دل آباد ہوتی ہے

نبی ﷺ سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے

عموماً مسخ ہو جاتی ہے عقل و فہم انسانی
جب اندھی پیروی آباء و اجداد ہوتی ہے

وہیں تعمیر ہوتے ہیں عماراتِ عمل اے دوست
جہاں عشقِ نبی ﷺ ایمان کی بنیاد ہوتی ہے

جسے ہم اصطلاحِ شاعری میں نعت کہتے ہیں
حقیقت میں دلِ بیتاب کی رُوداد ہوتی ہے

میں جب اشعار کہنے بیٹھتا ہوں مدحِ آقا ﷺ کے
تو میری شاعری کی غیب سے امداد ہوتی ہے

نعت

اُس پہ نظارہ ہے لازم روضۂ سرکار ﷺ کا
شوق ہے دنیا میں جس کو خلد کے دیدار کا

راستہ کوئی تو ہو وصلِ شہِ ابرار ﷺ کا
دیر کا ہو دور کا ہو دیر کا یا دار کا

باعثِ صد فخر ہے آقا ﷺ گدائی آپ کی
غیرتِ سلطاں ہے سائل آپ کے دربار کا

چارہ گر کو آخرش تسلیم کرتے ہی بنی
ہے علاج اذنِ حضوری ہجر کے بیمار کا

قابلِ صد رشک ہے صدقِ اکبرؓ کی پسند
دیکھ لینا اک نظر چہرہ مرے سرکار ﷺ کا

آؤ کچھ طائف کی گلیوں میں بھی دے لیں حاضری
ذکر جب چھڑ ہی گیا ہے مصر کے بازار کا

مجھ میں کب ہے جراتِ دعویٔ الفت اے اثرؔ
میں تو عاشق ہوں غلامانِ شہِ ابرار ﷺ کا

نعت

مرا دیکھا تو ہم اُن کا فرمایا یقینی ہے
مسلّم جگ پہ اک اُمّی لقب کی دور بینی ہے

تھے عہدِ تیرگی کے دشمنانِ دین بھی قائل
مثالِ روزِ روشن میرے آقا ﷺ کی امینی ہے

فقط ایمان والوں تک نہیں محدود ہے رحمت
تمام عالم کے حق میں رحمت اللعالمینی ہے

بھٹک سکتے نہیں ہیں پیروکارِ ہادیٔ عالم ﷺ
بفیضِ راہِ سنت منزلِ جنت یقینی ہے

ملی غارِ حرا سے روشنی سارے زمانے کو
ہزاروں جلوتوں سے بڑھ کے اک خلوت نشینی ہے

دوائے دردِ دل بھی اب کوئی ایجاد ہو جائے
بجا ارشاد فرمایا کہ یہ عہدِ مشینی ہے

ہمارے دین کی بنیاد آمنّا و صدّقنا
وہ کیا جانیں کہ جن کا مشغلہ ہی نکتہ چینی ہے

اثر جذبات میں بہنا ہے گویا شوق کی تکمیل
جو شے مطلوب ہے وہ در حقیقت فہمِ دینی ہے

نعت

جو فخرِ زمیں نازِ فلک رشکِ ارم ہے
وہ خطہء آرام گہِ شاہِ امم ﷺ ہے

اب نعت ہے یا ہجر کی رودادِ الم ہے
جو حالِ دلِ فرقتِ آقا ﷺ ہے رقم ہے

پھر دشتِ تصور میں کھلا بابِ حرم ہے
پھر مدحتِ سرکار ﷺ کا سامان بہم ہے

اب ایک ہی منزل ہے مری منزلِ طیبہ
یا دوسری صورت میں رہِ ملکِ عدم ہے

کس رخ سے کروں مصحفِ انوار کی توصیف
مدحِ شہِ ابرار ﷺ کا ہر باب اہم ہے

اے منزلِ جنت کا پتہ پوچھنے والے
اوجھل مرے سرکار کا کیوں نقشِ قدم ہے

نعت

ذرا بھی شک جسے ختم الرسل کی بات میں ہے
شقی وہ سب سے بڑا ساری کائنات میں ہے

اسی لئے تو مجھے شک نہیں نجات میں ہے
حضور ﷺ آپ کا دامن جو میرے ہاتھ میں ہے

براجمان ہوں مدحِ نبی ﷺ کی مسند پر
جبھی تو اتنی بلندی تخیلات میں ہے

ہے یوں تو سب کی زمانے میں اپنی اپنی بات
مگر وہ بات جو ختم الرسل کی بات میں ہے

سوال یہ ہے کہ ہم کیوں نہیں ہیں محور پر
یہ کیا جواب زمانہ تغیرات میں ہے

نقوشِ عالمِ رنگیں اثر کو کیا بھاتے
نگارِ گنبدِ خضریٰ تصورات میں ہے

نعت

گر نہ ہوتے آپ ﷺ تو ہوتے کہاں شمس و قمر
آپ ﷺ کے ممنون ہیں شاہِ زماں شمس و قمر

ماہِ طیبہ تو فروزاں ہی رہے گا تا ابد
اور ہو جائیں گے بے نام و نشاں شمس و قمر

کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے حقیقت اور مجاز
ہے کہاں نورِ رخِ آقا ﷺ کہاں شمس و قمر

آسمانِ دل پہ روشن جب سے ہے ماہِ عرب
ہیں مرے احساس پر کوہِ گراں شمس و قمر

یہ حقیقت ہے شہِ والا ﷺ ہیں وجہِ روشنی
لاکھ ہوں اپنی نظر میں خوش گماں شمس و قمر

مہرِ بطحہ مہرباں ہے پھر بھلا کیا اس کا غم
مہرباں ہوں یا اثر نا مہرباں شمس و قمر

نعت

اہلِ دنیا کو مبارک گلشنِ دنیا کے پھول
دامنِ عشاق میں ہیں مدحتِ آقا ﷺ کے پھول

رشکِ گلشن کو بھلا کیا احتیاجِ رنگ و بو
خود معطر ہو گئے باغِ نبی ﷺ میں آ کے پھول

ایسا عاشق جھانک لے اپنے گریباں میں ذرا
جس کے دامن میں نہیں ہیں سنتِ آقا ﷺ کے پھول

حسنِ کردار و عمل سے چن لئے اصحاب نے
دہر سے سرکار ﷺ جب رخصت ہوئے بکھرا کے پھول

دامنِ شعر و سخن یکسر معطر ہو گیا
فکر نے جب بھی چنے مدحِ شہِ والا ﷺ کے پھول

ذکر کیا نورِ ازل رشکِ کنول کا چھڑ گیا
منہ چھپاتے پھر رہے ہیں باغ میں شرما کے پھول

خوشبوئے حسنِ عمل ہی جب نہیں باقی تو پھر
عشق کے دعوے ہیں ایسے جس طرح مرجھا کے پھول

یوں غلامانِ شہِ دیں ﷺ آج بھی دنیا میں ہیں
اے اثر کھلتے ہیں جیسے درمیاں دریا کے پھول

نعت

بے خودی کیسی ان اصحاب پہ چھائی ہو گی
جن کو سرکار ﷺ نے نظروں سے پلائی ہو گی

جمع کرتا ہوں میں نعتوں کا خزینہ یارو
اس سے بڑھ کر بھی بھلا کوئی کمائی ہو گی

روح بیتاب ہے سرکار ﷺ سے ملنے کے لئے
جانے کب قیدِ مسلسل سے رہائی ہو گی

رشک اس پر تو سلاطین بھی کرتے ہوں گے
جس کی تقدیر میں آقا ﷺ کی گدائی ہو گی

اس سے بڑھ کر بھی کوئی دہر میں مفلس ہو گا
دولتِ عشقِ نبی ﷺ جس نے نہ پائی ہو گی

کعبۂ دل میں کوئی جھانک کے دیکھے تو آخر
سبز گنبد ہی کی تصویر سمائی ہو گی

نعت

روزنِ فکر سے گزری جو ثناء کی خوشبو
نعت میں ڈھلنے لگی صلِّ علیٰ کی خوشبو

ہاتھ اٹھائے شہِ والا ﷺ کا وسیلہ دے کر
اڑ گئی تا بہ فلک حرفِ دعا کی خوشبو

گلشنِ دہر بھی محبوب اسے رکھتا ہے
جس کو محبوب ہو محبوبِ خدا کی خوشبو

میرے آقا ﷺ ہی نے ہونٹوں کو تکلم بخشا
میرے آقا ﷺ ہی نے لفظوں کو عطا کی خوشبو

جس کے افعال میں شامل ہو مہک سنت کی
اس کے کردار سے آتی ہے بلا کی خوشبو

مجھ کو محبوب ہے آقا ﷺ کے پسینے کی مہک
اہلِ دنیا کو مبارک ہو حنا کی خوشبو

زندگی رشک کرے روح کو معراج ملے
میں اگر پاؤں جو طیبہ میں قضا کی خوشبو

نعت

آثر جو شافع محشر کے گن گایا نہیں کرتے
شفاعت وہ کبھی خوابوں میں بھی پایا نہیں کرتے

اگر ہے عشق صادق آپ کا تو کام بھی کیجئے
فقط یوں نام کے عشاق کہلایا نہیں کرتے

گریزاں ان سے جو رہتے ہیں بے شک ہاتھ ملتے ہیں
جو ان پر جان دیتے ہیں وہ پچھتایا نہیں کرتے

فراقِ مصطفیٰ ﷺ میں دل بھی اپنا خون روتا ہے
فقط آنکھوں سے ہی ہم اشک برسایا نہیں کرتے

اسے جانے دو طیبہ تم نہ اس کا راستہ روکو
یہ دیوانہ ہے دیوانوں کو سمجھایا نہیں کرتے

نگاہوں میں بسا ہے جب سے نقشہ سبز گنبد کا
تو دوجے کوئی بھی منظر ہمیں بھایا نہیں کرتے

مرے آقا ﷺ کا در لوگو بہاروں کا خزینہ ہے
وہاں ذوقِ طلب کے پھول مرجھایا نہیں کرتے

آثر ہے نعت جیسی بھی سنا دے اپنے آقا ﷺ کو
کہ وہ جذبات کی توہین فرمایا نہیں کرتے

نعت
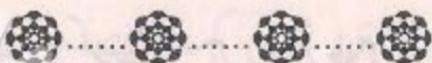
جب آسمان مدح سرائے رسول ﷺ ہے
پھر کہکشاں تو آپ کے پیروں کی دُھول ہے

بخشش کرے گا سب کی انہیں کے طفیل ہے
اس میں جرح نہیں یہ خدا کا اصول ہے

جو مصطفیٰ ﷺ بغیر ہی طالب خدا کے ہیں
سن لیں وہ کان کھول کر یہ ان کی بھول ہے

اُس در کی رفعتوں کو کوئی کیا بیاں کرے
جس در پہ جبرئیلِ امیں کا نزول ہے

جو عشقِ شاہِ دیں ﷺ میں گزر جائیں جان سے
دراصل زندگی کا انہیں کو حصول ہے

پوچھا کسی نے مجھ سے مرا مشغلہ اگر
فوراً دیا جواب کہ مدحِ رسول ﷺ ہے

نعت

روانہ ہونے کو ہے وہ طیبہ نگر سفینہ
میں چشمِ حسرت سے تک رہا ہوں اُدھر سفینہ

سحر ہوئی تو نہ پہنچا طیبہ نگر سفینہ
رواں رہا گو کہ خواب میں رات بھر سفینہ

سفینے والے غلام ہیں شاہِ بحر و بر کے
تو کیوں نہ طوفاں کے ہو مقابل نڈر سفینہ

کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے راہِ طیبہ
وگرنہ پاتا نہیں یہ اعزاز ہر سفینہ

تصوراتِ رہِ مدینہ میں ہے یہ عالم
خیال دریا ہے فکر رہبر نظر سفینہ

رہِ مدینہ سے آشنا ہو گیا نہ جب تک
کوئی سفینہ ہوا نہیں معتبر سفینہ

خیالِ وصلِ دیارِ محبوبِ کبریا میں
مریضِ ہجرِ نبی ﷺ کا ہے چارہ گر سفینہ

کرے گی پرواز روح ملکِ عدم کی جانب
رہِ مدینہ نہ پا سکے گا اگر سفینہ

مرے سفینے میں جاذبیت نہیں ہے کوئی
نبی ﷺ کی نسبت سے پرکشش ہے اثر سفینہ

حقیقتِ عشق

جو دیدارِ طیبہ کی شائق نہیں ہیں
وہ آنکھیں بصارت کے لائق نہیں ہیں

بغیر عمل عشقِ نبوی کا دعویٰ
فسانہ ہے جس میں حقائق نہیں ہیں

نعت

چاہے جو دور رہ کے بھی قربت رسول ﷺ کی
اپنائے ہر مقام پہ سنت رسول ﷺ کی

گر دوستوں نے سچ کو سراہا تو کیا کمال
دشمن بھی مانتے ہیں صداقت رسول ﷺ کی

قسمت پہ ناز کرتے ہیں قرطاس اور قلم
جب لکھنے بیٹھتا ہوں میں مدحت رسول ﷺ کی

کچھ کام آسکی نہ اطاعت بغیر وہ
حاصل تھی بولہب کو بھی قربت رسول ﷺ کی

سائنس نے بھی مانا ہے چودہ صدی کے بعد
سنت میں جو نہاں ہے فراست رسول ﷺ کی

حاتم بھی انکے در کا بھکاری ہے اے اثر
کیا جانتا ہے کوئی سخاوت رسول ﷺ کی

نعت

بہت سننے کو سیرت پر ہمیں تقریر ملتی ہے
اطاعت کی مگر پیروں میں کم زنجیر ملتی ہے

نبی ﷺ کے ذکر ہی سے قلب کو تطہیر ملتی ہے
نبی ﷺ کی فکر ہی سے فہم اور تدبیر ملتی ہے

فقط شوقِ زیارت ہی سے کب ہے حاضری ممکن
یہ وہ دولت ہے جو منجانبِ تقدیر ملتی ہے

اسی حق گوئی کی خاطر تو یہ سولی پہ چڑھتے ہیں
ازل سے اہلِ دل کی ایک ہی تقصیر ملتی ہے

نہیں ہے دوسرا نقشہ سوائے گنبدِ خضریٰ
درونِ خانہء دل ایک ہی تصویر ملتی ہے

بظاہر بے سر و ساماں نظر آتے ہیں یہ لیکن
غلامانِ نبی ﷺ کو خلد کی جاگیر ملتی ہے

جو سچ پوچھو تو ہے عشقِ شہِ ابرار ﷺ کا صدقہ
اثرؔ کے آہ و نالوں میں جو یہ تاثیر ملتی ہے

نعت

امت کی راہ راہِ ہدایت سے کٹ گئی
جب زندگی حضور ﷺ کی سنت سے ہٹ گئی

میں خواب ہی میں جانبِ طیبہ تھا گامزن
فرطِ خوشی سے نیند ہی میری اُچٹ گئی

دربارِ شاہِ دیں میں سبھی ایک ہوگئے
نسلی تعصبات کی زنجیر کٹ گئی

جاتی ہے اب بھی خُلد کو سیدھی نبی ﷺ کی راہ
یہ اور بات سوچ ہماری الٹ گئی

طیبہ میں موت آئے دعا ہوگئی قبول
شہرِ نبی ﷺ میں زیست کی زنجیر کٹ گئی

اذنِ سفر کبھی تو ملے گا یہ سوچ کر
طیبہ کے راستے پہ مری فکر ڈٹ گئی

غارِ حرا سے نکلا ہدایت کا آفتاب
گمراہیوں کی تیرگی دنیا سے چھٹ گئی

تقدیر بھی اثرؔ پہ ہوئی مہربان ہے
مدحِ رسولِ پاک سے قسمت پلٹ گئی

نعت

ہے بحرِ عشق سامنے فوراً اُتر چلو
دامن میں پھر سمیٹنے لعل و گہر چلو

چلنا تمھارا کام ہے پہنچانا اُن کا کام
گر بال و پر نہیں ہیں تو بے بال و پر چلو

رو رو کے پہلے اشک کا دریا بہاؤ تم
پھر بہہ کے سیلِ اشک میں طیبہ نگر چلو

بگڑے نہ آخرت کی کوئی بات بھی کہیں
دنیائے بے ثبات سے ایسے گزر چلو

ہرگز نہ دو دھیان زمانے کی بات پر
فرمایا جس طرف کو نبی ﷺ نے ادھر چلو

صدقِ طلب کے ساتھ اٹھاؤ قدم آثر
مانا کہ زادِ راہ نہیں ہے مگر چلو

نعت

مدحتِ سرکار ﷺ کرنا کب کسی کا ہے کمال
درحقیقت یہ تو سب حُبِّ نبی ﷺ کا ہے کمال

مہر کیا جانے مرے آقا ﷺ سے ہے عالم میں نور
وہ سمجھتا ہے کہ اسکی روشنی کا ہے کمال

سلطنت قرباں ہے جس پر اب بھی ہفت اقلیم کی
شہرِ شاہِ دوجہاں ﷺ کی اک گلی کا ہے کمال

ہے جنونِ عشق آقا ﷺ کی محبت ہی کا عکس
کیسے کہہ دوں یہ مری دیوانگی کا ہے کمال

بادشاہت جو دلوں پر اب بھی ہے عشاق کی
سرورِ کون و مکاں ﷺ کی چاکری کا ہے کمال

میں کہ شاداں باوجودِ گردشِ حالات ہوں
درحقیقت یہ غمِ عشقِ نبی ﷺ کا ہے کمال

مدحتِ سرکار ﷺ کی ممنون ہے معراجِ فن
کون کہتا ہے اثرؔ کی شاعری کا ہے کمال

نعت

وہ شہر جس میں ذاتِ شہِ دیں مکین ہے
آنکھوں سے لاکھ دور ہو دل سے قرین ہے

ہیں اس پہ محوِ رشک محلات کے مکیں
طیبہ کی جس کے نام پہ دو گز زمین ہے

کافی نہیں غلامیؑ آقا ﷺ کی کیا سند
اے عاملانِ خلد یہ کیا چھان بین ہے

ہے دل سے احترام کے لائق وہ شہرِ دل
جس میں نبی ﷺ کی یاد اقامت گزین ہے

یہ کہہ کے خود ہی زندگی قربان ہو گئی
طیبہ نگر کی موت حیات آفرین ہے

بے بال و پر ضرور ہوں بے آسرا نہیں
راہِ طلب میں عشقِ شہِ دیں ﷺ معین ہے

تصویر ہو گی رنگِ حقیقت کی کیا اثر
طیبہ نگر کا خواب جب اتنا حسین ہے

نعت

ہر سمت ایک نور کا ہونے لگا ظہور
دنیا میں جب حضور ﷺ کا ہونے لگا ظہور

ذکرِ نبی ﷺ کیا تو سرِ شاخِ قلب و جاں
تسکین کے طیور کا ہونے لگا ظہور

اُمّی لقب کے درسِ فصیح و بلیغ سے
انسان پر شعور کا ہونے لگا ظہور

دل پر جو نقش ہیں شہِ والا ﷺ کی مدحتیں
کاغذ پہ ان سطور کا ہونے لگا ظہور

آئی فضائے نعت میسر تو فکر سے
کیفیتِ طہور کا ہونے لگا ظہور

جب سے اثر ہے بادۂ عشقِ نبی ﷺ نصیب
دل پر عجب سرور کا ہونے لگا ظہور

نعت

افسوس و تعجب ہے مجھے اس غلام پر
پڑھتا نہیں درود جو آقا ﷺ کے نام پر

روح الامین کی بھی رسائی جہاں نہیں
رہتی تھی روح آپ کی ایسے مقام پر

درپے رہے ستم کے صدا دشمنانِ دیں
پر آپ کی نظر نہ گئی انتقام پر

یوسف کا حسن دیکھ کر تو انگلیاں کٹیں
اصحاب سر کٹا گئے خیر الانام ﷺ پر

گستاخِ مصطفیٰ ﷺ کی سزا قتل صرف قتل
ہو لاکھ احتجاج اثر اس نظام پر

نعت

حق عشقِ شہِ دیں ﷺ کا ادا کیوں نہیں کرتے
طیبہ میں تمنائے قضا کیوں نہیں کرتے

سازِ طربِ عالمِ فانی کے پتنگو
سوزِ غمِ طیبہ میں جلا کیوں نہیں کرتے

افکار و عمل نذرِ سخن کر تو دیا ہے
قرطاس و قلم وقفِ ثنا کیوں نہیں کرتے

دیکھا ہے کرم ان کا گنہگاروں پہ جب سے
دیوانگی کہتی ہے خطا کیوں نہیں کرتے

ہر گام نئی تازگی پاتے ہیں کہاں سے
رہروِ رہِ طیبہ کے تھکا کیوں نہیں کرتے

یا دردِ فراقِ شہِ بطحا ﷺ کی دوا ہو
یا مجھ سے نہ پوچھو کہ ہنسا کیوں نہیں کرتے

سرکار ﷺ کی مدحت تو کیا کرتے ہو لیکن
سرکار ﷺ کی سنت پہ چلا کیوں نہیں کرتے

نعت

کرے محشر تپ خورشیدِ محشر کا مجھے کیا ڈر
کہ میں نے اوڑھ لی ہے مدحتِ سرکار ﷺ کی چادر

یہی اک آس ہے میری یہی اک پیاس ہے میری
پلا دیں شربتِ دیدار مجھ کو ساقیء کوثر ﷺ

دلیل وسعتِ افکار میری اور کیا ہوگی
کہ مدحِ سرورِ عالم ﷺ ہے میری فکر کا محور

مری خواہش مرے ارماں مرا حاصل مری منزل
مری دنیا مرا عقبیٰ مرے آقا ﷺ مرے سرور

میں مدحت اٹھاتا ہوں میں قرطاس و قلم جب بھی
تو ڈھل جاتے ہیں پھول الفاظ کے اشعار میں ڈھل کر

مدینے کی نہ ہو جس میں تڑپ وہ زندگی کیا ہے
مرے نزدیک تو اس زندگی سے موت ہے بہتر

آپ کی رفعتِ حرفِ ثناء کی حد نہیں کوئی
رسائی پا سکیں کیا طائرِ فکرِ رسا کے پر

نعت

یوں ذوقِ سخن محدود توصیفِ محمد ﷺ تک
لکھوں داستاں غارِ حرا سے سبز گنبد تک

ہوئے جو سنگریزے مس نبی ﷺ کے پائے اقدس سے
ہیں اُن کے بالمقابل ہیچ یاقوت و زبرجد تک

ہے جاگتی آنکھوں زیارت گر مقدر میں
از کم خواب ہی میں ہو رسائی سبز گنبد تک

مرے آقا ﷺ نے گر چوما نہیں ہوتا محبت سے
تو میرے ہونٹ بھی بڑھتے نہیں پھر سنگِ اسود تک

اگر اعمال سے عشقِ نبی ﷺ ظاہر نہیں ہوتا
بیشک آپ عاشق ہیں مگر الفاظ کی حد تک

بلندی تو حقیقت میں اثر کردار ہی کی ہے
ہمالہ بھی پہنچ سکتا نہیں سرکار ﷺ کے قد تک

نعت

ہے جو ارماں نخلِ ایماں ہو ثمر آراستہ
شاخِ دل عشقِ نبی ﷺ کے گل سے کر آراستہ

اور تو کوئی نہیں وجہِ وجودِ کائنات
بزمِ عالم ہے پئے خیر البشر ﷺ آراستہ

کوچہء شاہِ زماں کی زندگی کیا خوب ہے
شام دلکش شب فروزاں اور سحر آراستہ

سبز گنبد کا تصور جاگزیں کیا ہو گیا
ہو گئے قلب و جبیں روح و نظر آراستہ

آئے ویرانے میں بھی لطفِ بہارِ گلستاں
الفتِ سرکار ﷺ سے ہو دل اگر آراستہ

پُر کشش لگنے لگا ہے قامتِ افکار بھی
ہے لباسِ حرفِ مدحت کس قدر آراستہ

آسمانِ دل تو روشن ماہِ طیبہ ہی سے ہے
روشنی سے لاکھ ہوں شمس و قمر آراستہ

رہروِ طیبہ کی پھر تم دیکھنا سج دھج اثرؔ
اذنِ آقا ﷺ کر تو دے پہلے سفر آراستہ

نعت

پیشِ نظر جب عظمتِ خیرالبشر ﷺ ہوئی
خود اپنی نعت گوئی محلِ نظر ہوئی

میرا مذاق عشقِ شہِ دوسرا ﷺ ہوا
میری اساس مدحتِ خیر البشر ﷺ ہوئی

عشاقِ شاہِ دیں نہ ہٹے راہِ شوق سے
دنیا بلا سے انکی ادھر سے اُدھر ہوئی

جب سے نصیب آپ کا نقشِ قدم ہوا
بے قدر میرے سامنے اوجِ قمر ہوئی

ہے محوِ رشک عرشِ بریں اس مقام پر
فرشِ زمیں پہ آپ کی جو رہگزر ہوئی

مدحِ نبی ﷺ کا حق نہ ادا ہوگا تا ابد
عمرِ اثرؔ تو یوں بھی بہت مختصر ہوئی

نعت

عالم ہے نوشۂ عشاق بھی کیا خوب ہے
ساغرِ دل ہے نبی ﷺ کی یاد کا مشروب ہے

خود خدائے پاک بھی محبوب رکھتا ہے اسے
جسکو محبوبِ خدا کی ہر ادا محبوب ہے

کاش ایسے شخص پر کھل جائے سنت کا وقار
وہ جو شان و شوکتِ اغیار سے مرعوب ہے

غیر سے الفت میں رسوائی کا ڈر ہے جس طرح
انحرافِ عشقِ آقا ﷺ اس طرح معیوب ہے

دیگر اصنافِ سخن تسلیم کرتا ہوں مگر
فکر میری مدحتِ سرکار ﷺ سے منسوب ہے

مجھ پہ غالب آئیں کیسے اہلِ دنیا کے طریق
دل زہے قسمت نبی ﷺ کی یاد سے مغلوب ہے

اے آثر شمس و قمر کی رفعتیں اپنی جگہ
پر مجھے تو نقشِ پائے شاہِ دیں مطلوب ہے

نعت

رہنماؤں کو بھی تعلیم یہ دی جاتی ہے
منزلِ خلد فقط راہِ نبی ﷺ جاتی ہے

فرش پر انکے وسیلے سے جو کی جاتی ہے
عرشِ اعظم پہ وہ فریاد سنی جاتی ہے

کیا عجب چیز ہے یہ عشقِ نبی ﷺ کا مشروب
جتنا پیتا ہوں مری پیاس بڑھی جاتی ہے

کس لئے ذاتِ شہِ دیں نہ بنے محورِ عشق
کیا محبت بھی کسی اور سے کی جاتی ہے

عازمِ طیبہ کو حسرت سے کھڑا دیکھتا ہوں
بیٹھا جاتا ہے یہ دل سانس رکی جاتی ہے

فکر و فن الفتِ سرکار ﷺ میں ہو جائے فنا
تب کہیں جاکے کوئی نعت لکھی جاتی ہے

راہِ طیبہ میں کسے فکرِ اساسِ ہستی
بے خودی چھاتی ہے ایسی کہ خودی جاتی ہے

نعت

بکھرائے پھول نطق سے شیریں کلام نے
جب لب ہلائے حضرتِ خیرالانام ﷺ نے

حرص و ہوس کی پیاس سے بیگانہ کردیا
تشنہ لبوں کو ساقیٔ کوثر ﷺ کے جام نے

مدحت کے چند پھول چنے ہیں برنگِ نعت
آقائے نامدار ﷺ کے ادنیٰ غلام نے

شاہانِ وقت کو بھی گدائی میں لے لیا
اک ذاتِ پاکِ قابلِ صد احترام نے

پہنچا درِ حضور ﷺ تخیل کے دوش پر
بیٹھا ہوا ہوں روضۂ اطہر کے سامنے

کیا کچھ نہ در پہ لایا تھا میں عرضِ مدعا
لب بستہ کردیا ہے مگر احترام نے

شرمندہ رہ گئی ہے آثرِ صبحِ کائنات
برسایا ایسا نور مدینے کی شام نے

نعت

شفیع المذنبیں کی ابتدا ہے
جہاں روح الامیں کی انتہا ہے

مرا اسلوب ہے مدحت سرائی
مرا عنوان عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے

ہمیں لازم ہے انکی پیروی بھی
کہ ہم نے عشق کا دعویٰ کیا ہے

محمد ﷺ رحمت اللعالمیں ہیں
یہ رب العالمین کا فیصلہ ہے

زباں پر اور کچھ آئے تو کیسے
کہ دل پر نقش ہی صلّے علیٰ ہے

کتاب علم و حکمت جس کو کہیے
وہ اک اُمّی لقب کا معجزہ ہے

بہت ہی سہل ہے مدحت سرائی
کٹھن تو پیروی کا مسئلہ ہے

ہے اک نسبت شہِ بطحہ کی ورنہ
اثر اپنی حقیقت جانتا ہے

نعت

پہلے عمل میں ان کی اثر پیروی کرو
پھر اس کے بعد دعویٔ عشقِ نبی ﷺ کرو

چھٹ جائے کیوں نہ دہر سے بدعت کی تیرگی
آقا ﷺ کی سنتوں کی اگر روشنی کرو

سرکار ﷺ کی دعاؤں کے طالب ہو تم اگر
سرکار ﷺ کی اداؤں سے مت بے رخی کرو

اللہ کے غضب کو نہ دعوت دو دوستو
دشمن سے اس کے تم نہ کبھی دوستی کرو

اچھا نہیں شعائرِ اسلام سے مذاق
دنیا سے کھیلو دین سے مت دل لگی کرو

وقت آگیا ہے عشق پہ پھر امتحان کا
اب خوں سے آبیاریٔ باغِ نبی ﷺ کرو

کل پر نہ ٹالو نیک ارادوں کو تم کبھی
کرنا ہے جو بھی کام اثر آج ہی کرو

نعت

اگر رخ مدینے کی جانب نہیں ہے
تو اٹھنا قدم کا مناسب نہیں ہے

ہے جتنی کشش راہِ طیبہ میں لوگو
کوئی راستہ اتنا جاذب نہیں ہے

تعجب ہے مرغوب تجھ کو ہے جنت
مگر راہِ سنت کا راغب نہیں ہے

وہ سچی اطاعت کرے شاہِ دیں ﷺ کی
جو الفت کے دعوے میں کاذب نہیں ہے

مگر انکی احسان مندی تو ہے فرض
یہ مانا کہ مدحت تو واجب نہیں ہے

غلامانِ دنیا سے مغلوب ہو گا
اگر عشقِ سرکار ﷺ غالب نہیں ہے

نہیں مستحقِ ”حساباً یسیراً“
جو اپنے عمل کا محاسب نہیں ہے

ہے اسکے مقدر میں رحمت سے دوری
جو اذنِ حضوری کا طالب نہیں ہے

فدا قلب و جاں ہیں درِ شاہ دیں ﷺ پر
بظاہر مدینے میں قالب نہیں ہے

غلامئ مصطفیٰ ﷺ

یہ بات کس سے ڈھکی چھپی ہے یہ بات کس پر عیاں نہیں ہے
غلامئ مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر سعادتِ انس وجاں نہیں ہے

میں عشق کا دم بھروں تو کیسے نبی کی مدحت کروں تو کیسے
لکھوں تو ایسا قلم نہیں ہے کہوں تو ایسی زباں نہیں ہے

نعت

آثؔر یوں تو اک عام انساں ہوں میں
شہِ دیں ﷺ کی نسبت پہ نازاں ہوں میں

کہاں میں کہاں نقشِ پائے نبی ﷺ
خود اپنے مقدر پہ حیراں ہوں میں

ہے طیبہ کے گلشن سے نسبت مری
جبھی تو سراپا گلستاں ہوں میں

جو امت کی خاطر بہائے لہو
تو اس ذات پر کیوں نہ قرباں ہوں میں

محبت نبی ﷺ کی اگر دل میں ہے
اطاعت سے کیونکر گریزاں ہوں میں

اطاعت سکھا دی نبی ﷺ کی مجھے
محبت کا ممنونِ احساں ہوں میں

قدم سوئے طیبہ اٹھے کیا آثؔر
کہ شاداں و فرحاں غزل خواں ہوں میں

در مدحِ شیخ

مری متاعِ سخن وقف اس کی شان میں ہے
کہ جو مجدّدِ ملت مرے گمان میں ہے

ساقی نامہ

کھلا یہ اب جنوں اپنا خرد آمیز ہے ساقی
شرابِ عشق کا نشہ بہت ہی تیز ہے ساقی

تجھے میں رومیٔ ثانی لکھوں یا دوسرا تبریز
کہ تجھ میں اجتماعِ رومی و تبریز ہے ساقی

خدا کے عشق کی مستی چھلکتی ہے نگاہوں سے
ترا پیمانۂ دل کس قدر لبریز ہے ساقی

ضعیفِ میکدہ سے وہ ملے پیر مغاں بن کر
مقابل ہو اگر نو عمر تو نوخیز ہے ساقی

ہیں مجبورِ شکستِ ضبط اہلِ میکدہ سارے
تری آہ و فغاں کچھ ایسی دل آویز ہے ساقی

دلِ حسرت زدہ کی داستاں سن کر یقیں آیا
کہ جنگِ نفس و شیطاں کس قدر خونریز ہے ساقی
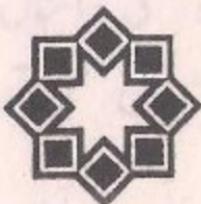
کہاں تو اشرف و اقرب کہاں ہم ایسے تشنہ لب
تیرا نظرِ کرم کرنا تعجب خیز ہے ساقی

تو اپنی اشک بار آنکھوں سے تخمِ عشق بوئے جا
"ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی"

جو مثبت سے زیادہ زور ہے منفی عبادت پر
مقدم سب دواؤں پر یہاں پرہیز ہے ساقی

دلِ مومن تو پھر دل ہے یہاں پتھر پگھل جائے
ترا طرزِ سخن ایسا اثر انگیز ہے ساقی

عشاق کا سرمایہ

عشاق کا سرمایہ النظرُ الیٰ وجہک
صدیق نے فرمایا النظرُ الیٰ وجہک

ہر حسنِ نظر صدقے صد بار اثر صدقے
کیا حسن طلب پایا النظرُ الیٰ وجہک

میں عقل کی وادی سے جب عشق نگر پہنچا
تب مجھ کو یقیں آیا النظرُ الیٰ وجہک

جب روح کو جھلسا دے ماحول کی تپتی دھوپ
اس وقت ہے اک سایہ النظرُ الیٰ وجہک

متاعِ سخن

مری متاعِ سخن وقف اُس کی شان میں ہے
کہ جو مجددِ ملت مرے گمان میں ہے

اُس ایک پھول کی خوشبو رچی جہان میں ہے
جو پھولپور سے گلشن میں گلستان میں ہے

وہ بولتا ہے کہ رس گھولتا ہے کانوں میں
عجیب چاشنی الفاظ میں زبان میں ہے

گناہ چھوڑ کے پائی ہے قرب کی ٹھنڈک
کبھی جو دھوپ میں تھا اب وہ سائبان میں ہے

کوئی بھی گاہکِ دل خالی جا نہیں سکتا
ہر ایک قسم کا سودا تری دکان میں ہے

بس ایک جان فدا کی ہے خالقِ جاں پر
یقین جانیے سو جان میری جان میں ہے

جو سنگدل ہیں پگھلتے ہیں موم کی مانند
نہ جانے کون سا جادو ترے بیان میں ہے

اثر یہی ہے دلیلِ مقامِ صدیقین
زمیں پہ جسم مگر روح آسمان میں ہے
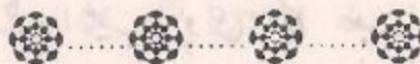
انقلاب

برپا دل و نگاہ میں اک انقلاب کردیا
شیطان اور نفس کا خانہ خراب کردیا

لکھ کر کتاب ''روح کی بیماریاں ان کا علاج''
باطن کے سارے دشمنوں کو بے نقاب کردیا

قلبِ رقیق ہی نہیں گرمایا سوزِ عشق سے
بے حس و سنگدل کو بھی چشم پُر آب کردیا

خوشبو نہ انکی کیوں اڑے سارے جہان میں بھلا
آتشِ عشق نے جنہیں مثلِ کباب کردیا

گلشن کا فیض دوستو محدود گل تلک نہیں
خارِ چمن کو آپ نے رشکِ گلاب کردیا

پیری میں میرے پیر کی آخر کوئی تو بات ہے
یوں ہی فدا اثرؔ نے کب اپنا شباب کردیا

مردِ قلندر

آسمانِ دل کے اختر کیا کہوں
کیا کہوں اللہ اکبر کیا کہوں

آپ تو عشاق کی تصویر ہیں
آپ کو مردِ قلندر کیا کہوں

شیخِ کامل خضرِ منزل راہبر
کون سا ہے لفظ بہتر کیا کہوں

عشق کا دریا کہوں میں آپ کو
یا محبت کا سمندر کیا کہوں

قرب حضرت کا زہے قسمت اثرؔ
ہے کہاں تیرا مقدر کیا کہوں

❀ ❀ ❀ ❀

ہم نے دیکھے ہیں مشائخ اور بھی جگ میں مگر
منفرد سب سے ہمارے حضرتِ والا کا رنگ

روح رہتی ہے طوافِ کوچۂ جاناں میں گم
ہم زمیں پر دیکھتے ہیں عالمِ بالا کا رنگ

گلشن کو چلو

صورتِ خارِ بیاباں ہو تو گلشن کو چلو
طالبِ فصلِ بہاراں ہو تو گلشن کو چلو

حسن کے خالق سے دل کا رابطہ ہو جائے گا
مبتلائے عشقِ نسواں ہو تو گلشن کو چلو

شاداں و فرحاں نہ واپس ہو تو پھر کہنا مجھے
شدتِ غم سے پریشاں ہو تو گلشن کو چلو

روح کی بیماریاں ہرگز نہیں ہیں لاعلاج
تم اگر صحت کے خواہاں ہو تو گلشن کو چلو

زہد و تقویٰ تو بہت مرغوب شے کا نام ہے
زہد و تقویٰ سے ہراساں ہو تو گلشن کو چلو

دامنِ گل عیب پوشی کا سبب بن جائے گا
بدتر از خارِ مغیلاں ہو تو گلشن کو چلو

دیکھ لو خود بلبلِ شیدا کے نالوں کا اثر
گُل کی شادابی پہ حیراں ہو تو گلشن کو چلو
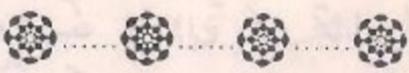
لائے تو کوئی پیر مرے پیر کی طرح

نظروں کی ہے مثال کسی تیر کی طرح
ہوتا ہے اس کا وار بھی شمشیر کی طرح

کرلیں ارادہ آج ہی ترکِ گناہ کا
ہرگز نہیں یہ مسئلہ کشمیر کی طرح

آسان ہوگا منزلِ جنت کا راستہ
دنیا کو گر گزار دیں رہگیر کی طرح

میں اس طرح خدا سے دُعا مانگتا ہوں اب
حاصل ہو عشقِ شیخ مجھے میرؔ کی طرح

صحبت میں فہمِ دین میں تقویٰ میں علم میں
لائے تو کوئی پیر مرے پیر کی طرح

دامن خدا کے پیاروں کا تھاما ہے اس لیے
جنت میں مَیں بھی ساتھ ہوں قطمیر کی طرح

جناب حضرت سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم

کنول نہیں کوئی

بہت سے پھول ہیں لیکن کنول نہیں کوئی
کہ میرے شیخ کا نعم البدل نہیں کوئی

ہے حب شیخ کی دولت ہی میرا سرمایہ
سوائے اس کے مرے پاس عمل نہیں کوئی

وسائلِ غمِ عقبیٰ شعار کر ورنہ
مسائلِ غمِ دنیا کا حل نہیں کوئی

نماز و ذکر و تلاوت رفیق اصلی ہیں
کہ اور مونسِ وقتِ اجل نہیں کوئی

نہیں ہے متبعِ شیخ گر مرید آثر
تو اس کے نخلِ محبت میں پھل نہیں کوئی
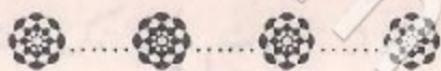
رہبرِ کامل

جس نے میرے قلب کی تخلیق کی
میں نے اس خالق کو اپنا دل دیا
شکر اس ہادی کا ہو کیونکر ادا
جس نے ایسا رہبرِ کامل دیا

فیضِ چارہ گر

فیضِ چارہ گر سمجھتا ہوں اسے
ایک میٹھا درد جو سینے میں ہے

تیرا چہرہ آنکھ سے اوجھل سہی
تیری صورت دل کے آئینے میں ہے

اک ترا دیدار ہے وجہِ حیات
اور آخر لطف کیا جینے میں ہے

جام و ساغر میں کہاں اے ساقیا
وہ مزا آنکھوں سے جو پینے میں ہے

حضرتِ والا کی تشریف آوری پر
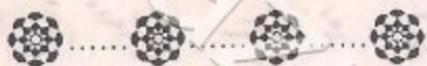
غمزدوں کے لئے لائی ہے خوشی آج کی رات
دیکھئے شاداں و فرحاں ہیں سبھی آج کی رات

صحنِ گلشن میں بہاروں کی ہے آمد آمد
کھلنے والی ہے ہر اک دل کی کلی آج کی رات

باغباں کی کرامت

نہ جانے کون سی اُس نے ادھر نظر ڈالی
کہ اپنی ہستی ہی میں نے فروخت کر ڈالی

یہ باغباں کی کرامت نہیں تو پھر کیا ہے
جھکی ہے بارِ ثمر سے چمن کی ہر ڈالی

زہے نصیب کہ پھل ہوں میں ایسی ڈالی کا
جو نخلِ دین کی سب سے ہے معتبر ڈالی

قطعہ

مل گئی ہے جب سے تقویٰ کی حیات
رشکِ جنت ہو گئی ہے کائنات

وہ بھی کیا پہلواں ہے اے اثر
نفس کے ہاتھوں جو کھا جاتا ہے مات

خونِ تمنا

زندگی ہم بھی گزاریں اہلِ تقویٰ کی طرح
آخرت کی فکر بھی ہو کاش دنیا کی طرح

آرزوؤں کا گلا گھونٹا تو یہ ثابت ہوا
جگ میں کوئی خوں نہیں خونِ تمنا کی طرح

ہم نے قدرت کا کرشمہ دیکھا ان کے ہاتھ میں
مردہ دل کو زندہ کرتے ہیں مسیحا کی طرح

ہو رہے ہیں دین کے پیاسے ہر سُو مستفیض
فیض کا یہ سلسلہ جاری ہے دریا کی طرح

اس میں بدعت کی ملاوٹ کا نہیں ہے شائبہ
یہ تصوف ہے اثر آبِ مصفا کی طرح

ہاں شاہی تو ہمارے پاس ہے لیکن اثر
ہم بھی ناقدری نہ کردیں اندھی بڑھیا کی طرح

ترے بغیر

منظر نہیں ہے کوئی بھی پیارا ترے بغیر
آنکھوں کو چبھ رہا ہے نظارہ ترے بغیر

روحانیت پہ ایسا زوال آ گیا کہ اب
کرتا ہے میرا نفس اشارہ ترے بغیر

ساقی تری نگاہ کا صدقہ ہے کیفِ جام
مستی ترے بغیر نہ نعرہ ترے بغیر

جب دل ہی بجھ گیا ہو تو آنکھوں کا کیا قصور
بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر

جس سمت دیکھو بغض و عداوت کا زہر ہے
جائے کہاں یہ عشق کا مارا ترے بغیر

کیا روگ لگ گیا ہے تجھے پوچھتے ہیں لوگ
وہ حال ہو گیا ہے ہمارا ترے بغیر

تُو ساتھ ہو تو خار بھی صحرا کے ہیں قبول
گلشن میں گل نہیں ہے گوارا ترے بغیر

حیاتِ جاوداں

اک حیاتِ جاوداں پاؤں گا میں
شیخ کے قدموں پہ مرجاؤں گا میں

عقل کی دیوار کو ڈھاؤں گا میں
عشق کی منزل جبھی پاؤں گا میں

خود سمجھ پایا نہیں ان کا مقام
دوسروں کو کیسے سمجھاؤں گا میں

عقل سے جاتا رہا تو کیا ہوا
انکا دیوانہ تو کہلاؤں گا میں

جب مولیٰ جب آقا ﷺ جب شیخ
جان جب کھوؤں گا تب پاؤں گا میں

شوق عرضِ مدعا تو ہے مگر
انکے آگے کچھ نہ کہہ پاؤں گا میں

دیوانے کا دیوانہ

اگر مولیٰ نگاہِ عقل سے پردہ اٹھا دیتا
یقیناً اپنے دیوانے کا دیوانہ بنا دیتا
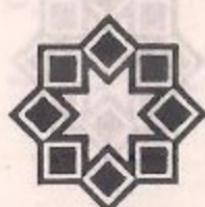
رسائی گر مری ہوتی فضاؤں کہکشاؤں تک
ستارے توڑ کر میں تیرے قدموں میں بچھا دیتا

جو میری عمر رشکِ مہر تیرے کام آجاتی
یقیناً پھر میں اپنی زیست کی شمع بجھا دیتا

جو میرے پاس ہفت اقلیم کی بھی سلطنت ہوتی
تو اے شاہِ سخن میں تیرے قدموں پر لٹا دیتا

اگر آبِ حیات آجاتا میری دسترس میں تو
میں اپنی جان پر بھی کھیل کر وہ تجھ کو لا دیتا
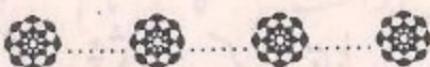
تری گدڑی میں پوشیدہ ہے لعلِ قربِ ربانی
جو میرے بس میں ہوتا سارے عالم کو بتا دیتا

آرزو

ممکن تھا حضورِ شیخ سے دوری نہیں ہوتی
مگر انسان کی ہر آرزو پوری نہیں ہوتی

میں خود مجبور ہوتا ہوں کسی کے عشقِ پنہاں سے
ہے مجبوری یہی اپنی کہ مجبوری نہیں ہوتی

تصور روئے جاناں کا ہمیشہ ساتھ رہتا ہے
بظاہر دور رہتا ہوں مگر دوری نہیں ہوتی

مجھے تسلیم ہے عشاق کو اعذار لاحق ہیں
مگر محبوب کے رستے میں معذوری نہیں ہوتی

جدا ہوتا ہے ہر عاشق سے اس دنیا کا ہر محبوب
فقط اک قربِ مولیٰ ہے کہ مہجوری نہیں ہوتی

عنوان ختم ہو گئے فریاد کے اثر
اب صرف آہ آہ کئے جارہا ہوں میں

آستاں کی خاک
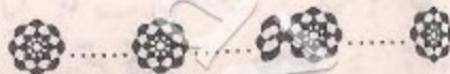
کب کہاں میں پارسا و پاک ہونا چاہتا ہوں
میں تو تیرے آستاں کی خاک ہونا چاہتا ہوں

عقل و دانش شان و شوکت سدِ راہ شوق ہیں سب
اب دریدہ دل گریباں چاک ہونا چاہتا ہوں

کارِ دنیا میں بڑا ہوشیار ہوں سب جانتے ہیں
کارِ عقبیٰ میں بھی اب چالاک ہونا چاہتا ہوں

روشنی میں عقل کی بھٹکا بہت لیکن آخر اب
صاحبِ دل صاحبِ ادراک ہونا چاہتا ہوں

دعا

مجھ کو پیشی کے قابل بنا دیجئے
شکل بنوا دیا دل بنا دیجئے

مجھ کو خار و علائق کی پروا نہیں
اپنی راہوں کا بسمل بنا دیجئے

گلشن میں رہتا ہوں

کسی کی یاد کی خوشبو لئے دامن میں رہتا ہوں
میں گلشن میں نہیں رہتا مگر گلشن میں رہتا ہوں

زہے قسمت کہ مجھ سے دور ہے موسم خزاؤں کا
زہے قسمت کہ ان کے قرب کے آنگن میں رہتا ہوں

مری آنکھیں رہا کرتی ہیں نازاں اپنی قسمت پر
میں جب تک محو اپنے شیخ کے درشن میں رہتا ہوں

قطعہ

دکھ کو لذت کا نام دیتے ہیں
غم کو راحت کا نام دیتے ہیں

وہ جو رکھتے ہیں دل میں مولیٰ کو
دل کو جنت کا نام دیتے ہیں

تو ہے وجہِ حیات رونقِ دل

اس پہ شاہین کیوں نہ ناز کرے
کرگسوں کو جو شاہباز کرے

شاہ ایسا کہ شہرِ دل میں بھی
عشقِ مولیٰ کا جو نفاذ کرے

ضبطِ آہ و فغاں بجا لیکن
آنکھ افشا جو دل کا راز کرے

تو ہے وجہِ حیاتِ رونقِ دل
عمر تیری خدا دراز کرے

روح تو چاہتی ہے وصلِ دوست
نفس دشمن نہ سازباز کرے

ہو نہ تقویٰ تو معرفت ہے خواب
لاکھ تو روزہ و نماز کرے

عام ہوجائے سوز و ساز ترا
دل میں پیدا اگر گداز کرے

پھول

روپوش ہوگئے ہیں جبھی گلستاں سے پھول
رشکِ چمن کی تاب بھی لاتے کہاں سے پھول

خوشبو جدا ہے رنگ الگ شاخ منفرد
جیسے زمیں پہ اترے کوئی آسماں سے پھول

اس رشکِ گلستاں کا عجب ہے تعارف
آنکھوں سے مستی لفظ سے خوشبو زباں سے پھول

عشق و وفا کی باس ہے جذب و فنا کا رنگ
دنیا میں جیسے آئے ہوں باغِ جناں سے پھول

ثابت ہوا کہ گلشنِ عشقِ خدا ہے یہ
پھیلا رہے ہیں دہر میں خوشبو یہاں سے پھول

ویرانیٔ چمن پہ ہو صحرا بھی خندہ زن
دیکھے ذرا ہٹا کے کوئی درمیاں سے پھول

دامن تہی رہے یہ بعید از قیاس ہے
مانگے جو گڑگڑا کے اس باغباں سے پھول

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

مرکزِ اہلِ دل اہلِ علم اہلِ فن
مرجعِ اصفیا محورِ حسنِ ظن
جس میں تشریف فرما ہیں شاہِ سخن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

وجہِ تزئینِ گلشن وہ جانِ چمن
نازشِ گل فخرِ گل رشکِ سرو و سمن
آبروئے تکلم وہ شیریں دہن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

باعثِ روشنی اہلِ دیں کے لئے
وجہِ تسکینِ دل سالکیں کے لئے
ظلمتِ شب میں اک روشنی کی کرن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

رہبرِ اولیا غوث و قطبِ زماں
مرجعِ اہلِ دل معرفت کی دکاں
دردِ عشقِ حقیقی کا زریں مشن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

عشق کا ساز ہے جذبِ پنہاں کی لے
منہ کو لگتی نہیں اس کے دنیا کی مے
جس نے پی لی ہے تیری شرابِ کہن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

فہم کی چاندنی صحبتوں کا دیا
علم کی روشنی عشق کا راستہ
اتباعِ شریعت میں دیوانہ پن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

شاذ و نادر ہی دنیا میں ہیں راہبر
جس کے ہوں مقتدی اہلِ علم اسقدر
ماہرِ فن کے ہیں قدرداں اہلِ فن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

یہ کہ عشقِ حقیقی کی ہے درسگاہ
اس میں سکھلائی جاتی ہے پر درد آہ
اس کو کہتے ہیں روحانیت کا چمن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

اُن نگاہوں کا صدقہ ہے مسرور ہوں
اور کہنے پہ یہ بات مجبور ہوں
اب بھی زندہ ہے حضرت مجدد کا فن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

شاہِ امدادؒ کی رحم کی شان ہے
حضرتِ پھولپوریؒ کا فیضان ہے
حضرتِ تھانویؒ کا مہکتا چمن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون
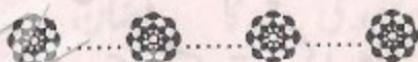
جب بھی آؤں کراچی تو بے ساختہ
یاد آتی ہے تھانہ بھون کی فضا
حضرتِ شاہِ ابرار کا ہے سخن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

جن کو ادراکِ حسنِ شریعت نہیں
جو یہ کہتے ہیں زندہ طریقت نہیں
اے اثر دے جواب انکو دنداں شکن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

دعا

جو غافل ہیں انہیں بھی ذکر کی توفیق عطا کردے
جو ہرجائی ہیں یارب تو انہیں بھی باوفا کردے

ہوں میں بھی منتظر اک جامِ قربِ حق کا مدت سے
میری جانب بھی اب نظرِ کرم اے ساقیا کردے

مقامِ حضرتِ اقدس ہو ہم پر منکشف یارب
بصارت تونے بخشی ہے بصیرت بھی عطا کردے

کوئی دکھلائے تو اس عہد میں حاذق طبیب ایسا
دوائے ترش بھی جو جامِ شیریں میں ملا کردے

میں نالائق ہوں اور نالائقی کی میں نے حد کردی
سو تو بھی اے کریم اپنے کرم کی انتہا کردے

لگائی مہرِ سائل "انتم الفقراء" فرما کر
تو داتا ہے غنی ہے ہم فقیروں کا بھلا کردے

کچھ اس میں شک نہیں ناقدریاں ہم سے ہوئیں لیکن
الٰہی درگزر ہم خستہ حالوں کی خطا کردے

تو خالق ہے تو مالک ہے تو قادر ہے تو شافی ہے
ہمارے حضرتِ اقدس کو بھی صحت عطا کردے

ابھی بچے ہیں ہم بالغ نہیں راہِ تصوف میں
ہمیں تادیر سایہ شیخ و مرشد کا عطا کر دے

ہمارے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تونے خود بنائے ہیں
انہیں خالی نہ لوٹا اب بڑی نعمت عطا کر دے

رشکِ جوانی

جوانی یہ رشکِ جوانی نہ ہوتی
اگر آپ کی مہربانی نہ ہوتی

اگر دل کے اندر نہ طوفان ہوتا
تو لہجے میں یہ ترجمانی نہ ہوتی

اثر سا حزیں یوں نہ مسرور ہوتا
ترے غم میں گر شادمانی نہ ہوتی

پند و موعظت

(اصلاحی اشعار)

اس وقت بھی ہوتی ہے کوئی ذات ترے ساتھ
جس وقت کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا

مسائلِ تصوف

ملی اللہ والوں کی جنہیں صحبت نہیں ہوتی
تو ایسے عالموں کے علم میں برکت نہیں ہوتی

محبت کرکے بھی وہ فیض سے محروم رہتا ہے
وہ جسکے دل میں اپنے شیخ کی عظمت نہیں ہوتی

معاصی میں پریشانی بھی ذلت بھی مشقت بھی
مگر تقویٰ سے رہنے میں کوئی محنت نہیں ہوتی

خدائے پاک پھر کیوں حکم دیتا ہم کو تقویٰ کا
اگر ترکِ معاصی پر ہمیں قدرت نہیں ہوتی

بھلا وہ کیا اٹھائے گا علم دینِ محمد ﷺ کا
کہ جس سے فجر میں اٹھنے کی بھی زحمت نہیں ہوتی

جسے قربِ خداوندی کی لذت ہوگئی حاصل
اُسے ترکِ معاصی پر کبھی حسرت نہیں ہوتی

اگر اللہ کی کامل محبت پاگیا ہوتا
تو نافرمانیوں کی پھر کبھی جرأت نہیں ہوتی

کسی صورت نے کرلی ہے ترے دل میں جگہ شاید
جبھی تسکینِ دل حاصل کسی صورت نہیں ہوتی

اگر داڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بدنما لگتا
تو پھر داڑھی مرے سرکار ﷺ کی سنت نہیں ہوتی

وہ کیا مصروف ہے راہِ تصوف کی مسافت میں
کہ جس کو ذکر کے معمول کی فرصت نہیں ہوتی

میں اُن سے حالِ دل کہنے کا کیا کچھ عزم رکھتا ہوں
مگر جب سامنے جاتا ہوں تو ہمت نہیں ہوتی

صدورِ معصیت کی اہلِ دل طاقت تو رکھتے ہیں
مگر طاقت کو استعمال کی طاقت نہیں ہوتی

طریقت کا لذیذ و سہل رستہ گر تُو اپناتا
شریعت پر تجھے چلنے میں کچھ دقت نہیں ہوتی

"مری قیمت بروزِ حشر خود مولیٰ لگائے گا"
غلاموں کی بذاتِ خود کوئی قیمت نہیں ہوتی

اثرؔ کو گلستانِ دہر میں پھر پوچھتا بھی کون
اگر اس خار کو گلشن سے کچھ نسبت نہیں ہوتی

دنیا میں جنتی

ہم ان سے مل کے اک ایسی خوشی محسوس کرتے ہیں
کہ اس دنیا میں خود کو جنتی محسوس کرتے ہیں

نہیں ہوتے ہیں اس گلشن میں وہ جانِ بہاراں جب
ہم اپنے صحنِ دل میں بے کلی محسوس کرتے ہیں

وہاں پر اہلِ دل کا دل مکدر ہونے لگتا ہے
گنہ کی وہ جہاں آلودگی محسوس کرتے ہیں

یقیناً ان کا دل بھی کچھ نہ کچھ اللہ والا ہے
جو اہلُ اللہ سے مل کر خوشی محسوس کرتے ہیں

جو تائب ہوگئے ہیں مردہ لاشوں کی محبت سے
وہ اپنی زندگی میں زندگی محسوس کرتے ہیں

اثرؔ جو ڈھالتے ہیں سانچۂ سنت میں ظاہر کو
وہی دراصل کیفِ باطنی محسوس کرتے ہیں

اجتنابِ معاصی کا غم

رہِ سلوک کا کیف و سرور پا نہ سکے
جو اجتنابِ معاصی کا غم اٹھا نہ سکے

وہ مسجدوں میں مراقب رہیں تو کیا حاصل
سڑک پہ آکے جو اپنی نظر جھکا نہ سکے

ہمیں وصول اِلی اللہ ہو تو کیسے ہو
ہم اپنے نفس کی دیوار ہی کو ڈھا نہ سکے

دلِ شکستۂ مومن مکان ہے اس کا
جو کائنات کی وسعت میں بھی سما نہ سکے

ہوا کو چاہیئے کہ اہلِ دل کے منہ کو نہ آئے
کہ ان چراغوں کو طوفان بھی بجھا نہ سکے

ہے ایسا شخص اخترؔ قابلِ مبارک باد
گناہ جس کی طبیعت کو راس آ نہ سکے

اخترؔ وہ چکھ نہیں سکتا کبھی فنا کا ثمر
انا کے تخم کو جو خاک میں ملا نہ سکے

خالقِ آفتاب

روشنی بے حساب ہے دل میں
خالقِ آفتاب ہے دل میں

دیدۂ عقل پر ہی پردہ ہے
حسن تو بے حجاب ہے دل میں

خارِ فرقت میں جسم ہے لیکن
قربِ حق کا گلاب ہے دل میں

جب سے دیکھا ہے غیر کی جانب
اک عجب اضطراب ہے دل میں

احتسابِ گناہ کیوں نہ کروں
خوفِ روزِ حساب ہے دل میں

بارشِ اشک ہے برسنے کو
رقتوں کا سحاب ہے دل میں

دل کو غیروں سے کر رہا ہوں صاف
یہ مہم کامیاب ہے دل میں

ماہ پاروں کی کیا حقیقت ہے
خالقِ ماہتاب ہے دل میں

کہ جی بھرتا نہیں ہے بندگی سے

ملے جو آپ کی ناراضگی سے
ہمیں تو بیر ہے ایسی خوشی سے

لگا رکھی ہے جب لو آپ ہی سے
تو پھر کیوں رابطہ ہو ہر کسی سے

محبت اس لئے ہے زندگی سے
کہ جی بھرتا نہیں ہے بندگی سے

سبھی کو قبر میں جانا ہے اک دن
چلو تیار ہو جائیں ابھی سے

نبی ﷺ نے نفس کو دشمن بتایا
مری توبہ ہے اس کی دوستی سے

آخر سب کو مرجھانا ہے اک دن
چمن یہ کہہ رہا ہے ہر کلی سے

تمھارا غم ہماری زندگی ہے
خوشی کو قتل کرتے ہیں خوشی سے

نصیحت بے اثر کب تک رہے گی
اثر اب باز آؤ بے حسی سے

تقویٰ کا اجالا

آنکھوں میں بھی تقویٰ کا اجالا نہیں ہوتا
جب قلب میں اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا

ہو جس کی نگاہوں میں بسا خالقِ گلشن
ہرگز وہ اسیرِ گلِ لالہ نہیں ہوتا

لُٹ جاتا ترے قرب کی دولت کا خزانہ
آنکھوں کی حفاظت کا جو تالا نہیں ہوتا

کیچڑ میں معاصی کے پھسل جاتا آخر بھی
مالک نے اگر اس کو سنبھالا نہیں ہوتا

اُس وقت بھی ہوتی ہے کوئی ذات ترے ساتھ
جس وقت کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا

ہے باعث تنویرِ جہاں خالقِ خورشید
سورج کے نکلنے سے اجالا نہیں ہوتا

پستی کی طرف دیکھتا شاہین بھی لیکن
آنکھوں میں اگر عالمِ بالا نہیں ہوتا

دنیا میں اختر تجھ کو بھلا جانتا کوئی
گر حضرتِ والا کا حوالہ نہیں ہوتا

علمِ عالمگیر

جس کو ان کا قرب حاصل ہو گیا
جیتے جی جنت میں داخل ہو گیا

درحقیقت وہ کسی قابل نہیں
اپنی نظروں میں جو قابل ہو گیا

میں بہادر مان جاؤں گا تجھے
نفس کا جس دن تُو قاتل ہو گیا

دارِ فانی میں بھلا رکھا ہے کیا
کس لیے عقبیٰ سے غافل ہو گیا

علم اُس عالم کا عالمگیر ہے
شیخ کے آگے جو جاہل ہو گیا

مجھ پہ اپنی اصلیت کھل جائے گی
آئینہ جس دن مقابل ہو گیا

آرزو کیا چیز ہے

دوستوں کو چھوڑ دوں نفسِ عدو کیا چیز ہے
ان کے حکموں کے مقابل آرزو کیا چیز ہے

آج بھی عشاق ایسے ہیں کہ انکی راہ میں
سر کٹا دیتے ہیں ارماں کا لہو کیا چیز ہے

دل کی سب ناپاکیوں کو پاک کر دیتا ہے یہ
کوئی کیا جانے نگاہوں کا وضو کیا چیز ہے

انکی آنکھوں سے پیئے بیٹھا ہوں میرے سامنے
جام کی کیا ہے حقیقت اور سبو کیا چیز ہے

بات جب ہے روزِ محشر آدمی ہو کامیاب
عارضی دنیا میں ہونا سرخرو کیا چیز ہے

انبیاءؑ کا اور صحابہ کا جہاں بہتا ہے خوں
اے اثر اس راستے میں ایک تُو کیا چیز ہے

اپنی ہستی کو مٹانے سے خدا ملتا ہے

بت تقدس کا گرانے سے خدا ملتا ہے
اپنی ہستی کو مٹانے سے خدا ملتا ہے

صرف گفتار سے حاصل نہیں ہوتی منزل
جان کی بازی لگانے سے خدا ملتا ہے

وصلِ محبوب میں حائل ہے فقط خواہشِ نفس
اسی دیوار کو ڈھانے سے خدا ملتا ہے

عقل کی روشنی بنتی ہے حجابِ منزل
خود کو دیوانہ بنانے سے خدا ملتا ہے

دل پہ بھی ضرب لگانا ہے مبارک لیکن
نفس پر ضرب لگانے سے خدا ملتا ہے

بے نیازی سے تو حاصل نہیں ہوتا بت بھی
شیخ کے ناز اٹھانے سے خدا ملتا ہے

رحمتِ حق کو ہے دراصل بہانہ درکار
اہلِ تقویٰ کے بہانے سے خدا ملتا ہے

آخرت کی فکر

وہ جس کو آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے
یہ دنیا خود ہی اس کے پاؤں کی زنجیر ہوتی ہے

جو ان کی راہ میں سہہ سہہ کے غم ویران ہوجائے
تو لطفِ خاص سے اس قلب کی تعمیر ہوتی ہے

خدا کے سامنے توبہ سے شرمانے کا کیا مطلب
کہ بندوں ہی سے سرزد آخرش تقصیر ہوتی ہے
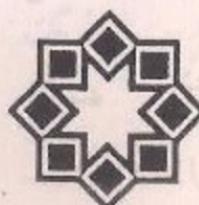
جو خود چلتا نہیں لیکن تمنائی ہے منزل کا
اسے حاصل بھلا کب خواب کی تعبیر ہوتی ہے

مسافر ہوگیا گر راہ کی رنگینوں میں گم
تو منزل تک رسائی میں بڑی تاخیر ہوتی ہے

کہیں پر خواہشِ بندہ کہیں پر مرضیِ مولیٰ
کہیں تدبیر ہوتی ہے کہیں تقدیر ہوتی ہے

یہی تو روح کی بیماریوں کا ہے علاج آخر
کہ خاکِ پائے اہلِ دل بڑی اکسیر ہوتی ہے

یہیں پر جلوہ فرما ہیں طبیبِ حاذقِ باطن
یہیں تسکینِ طفل و نوجوان و پیر ہوتی ہے

نظاروں میں تصور میں بسی ہے بس وہی صورت
نظر سے قلب تک بس ایک ہی تصویر ہوتی ہے

نہیں محتاج ہیں لفظ و بیاں کے اہل دل اے دوست
نگاہِ بے زباں سے بھی عجب تقریر ہوتی ہے

میں کیوں منت کشِ احسانِ قرطاس و قلم ہوں جب
فغانِ شیخ لوحِ قلب پر تحریر ہوتی ہے

بالآخر طائرانِ عقل نے بھی کرلیا تسلیم
کہ پروازِ جنوں ناقابلِ تسخیر ہوتی ہے

بعجلت چاہتے ہیں ہم اثر دنیا کا ہر ہر کام
بس اک اصلاحِ باطن ہے جہاں تاخیر ہوتی ہے

اصل آبادی

فہم اس کا صرف دیوانوں میں ہے
اصل آبادی تو ویرانوں میں ہے

دارِ فانی میزبانِ عارضی
اور انساں اس کے مہمانوں میں ہے

کیا سکونِ دل نہیں ہے ذکر میں
کیا پریشانی کا حل گانوں میں ہے

غیر کی جانب ہوا ہے اس کا رخ
کشتیٔ دل جب ہی طوفانوں میں ہے

پھر عمارت حسن کی ڈھا دی گئی
زلزلہ پھر دل کے ایوانوں میں ہے

جان سے انجان کر ڈالا مجھے
جانے کیا ان سوختہ جانوں میں ہے

وہ کہاں نوٹوں کے گننے میں بھلا
کیف جو تسبیح کے دانوں میں ہے

اصل میں وہ لوگ دانشمند ہیں
جن کا منہ اپنے گریبانوں میں ہے

بے خبر جو عاقبت سے ہوگئے
کیا اثر بھی ایسے نادانوں میں ہے
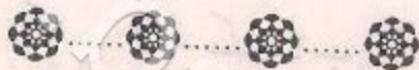
فنائیتِ حسن

دل نہ بہلا حسین لاشوں سے
کر نہ برباد دین لاشوں سے
نفسِ نادان کچھ تو عبرت لے
جا کے زیرِ زمین لاشوں سے

تجدیدِ راہِ طریقت

محنت نہیں رہی وہ مشقت نہیں رہی
دشوار اب تو راہِ طریقت نہیں رہی

اب قلتِ طعام کی طاقت نہیں رہی
اور قلتِ کلام کی شدت نہیں رہی

سونا گناہ کرنے سے بہتر ہے دوستو
یوں قلتِ منام کی حاجت نہیں رہی

ارشاد یہ مجددِ عہدِ رواں کا ہے
لوگوں میں اب وہ قوت و ہمت نہیں رہی

لیکن عجیب بات کہ ذکرِ خدا میں اب
ہم میں تمیزِ منفی و مثبت نہیں رہی

جس کو بھی دیکھو ذکر و نوافل میں ہے مگن
مقصود تھی جو اصل عبادت نہیں رہی

راتوں کو جاگنے کا تو معمول بن گیا
دن میں مگر نظر کی حفاظت نہیں رہی

یوں تو غلافِ کعبہ پکڑ کر ہیں اشکبار
پر دل میں کعبے والے کی عظمت نہیں رہی

الفاظ سے تو نعت کی محفل سجائیں گے
اعمال میں نبی ﷺ کی اطاعت نہیں رہی

بعد از طعام سب کی زباں پر تو شکر ہے
پر دل میں یادِ خالقِ نعمت نہیں رہی

ہے اس مرض کا دوستو بس ایک ہی سبب
دراصل اہلِ عشق کی صحبت نہیں رہی
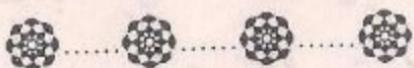
قطعہ

آدمی جب گناہ کرتا ہے
اپنے دل کو سیاہ کرتا ہے

دارِ فانی کے عیش کی خاطر
اپنی عقبیٰ تباہ کرتا ہے

امانت میں خیانت

گناہوں کی جسارت کر رہے ہو
آخر کیسی حماقت کر رہے ہو

بتوں سے بھی بنا رکھی ہے تم نے
خدا کی بھی عبادت کر رہے ہو

یہ جسم و جاں امانت ہیں خدا کی
امانت میں خیانت کر رہے ہو

سبھی کو مر کے جب ہونا ہے لاشے
تو کیوں لاشوں کی رغبت کر رہے ہو

آخر اپنا عمل بھی تم نے دیکھا
زمانے کو نصیحت کر رہے ہو

خوشی سے خواہشاتِ نفس کو پامال کرتے ہیں
ہم انکے راستے کے غم کا استقبال کرتے ہیں

روحانی بیوٹی پارلر

اہلِ تقویٰ کی صورت بنا لیجیے
نورِ سنت سے چہرہ سجا لیجیے

روزِ محشر شفاعت سے محروم ہوں
اپنی مونچھیں نہ اتنی بڑھا لیجیے

بال سر پہ نہ انگریزی رکھیے جناب
اس کو سنت سمجھ کر کٹا لیجیے

ٹخنے ڈھکنا گناہِ کبیرہ ہے جی
اپنی شلوار اوپر اٹھا لیجیے

ہو اگر غیر محرم مقابل کوئی
اپنی نظروں کو فوراً جھکا لیجیے

اپنے کانوں سے گانے نہ سنیئے کبھی
ان کو قہرِ خدا سے بچا لیجیے

اپنے قابو میں رکھیے خود اپنی زباں
اس سے مت کام بے فائدہ لیجیے

اشک جاری نہیں ہوں اگر آنکھ سے
رونے والوں کی صورت بنا لیجئے

پڑھ کے دو رکعتیں آپ حاجات کی
اپنے مولیٰ کو رو کر منا لیجئے

جن کی رحمت کے ہیں آپ امیدوار
انکے پیاروں کی صورت بنا لیجئے

نکل نہ پائے گا وہ حسرتوں کی وادی سے
جو کام لیتا نہیں قوتِ ارادی سے

مزہ آجائے

غیب سے پردہ اٹھا دے تو مزہ آجائے
تو اگر جلوہ دکھا دے تو مزہ آجائے

عقل کی راہ سے دشوار ہے پانا تجھ کو
دل کو دیوانہ بنا دے تو مزہ آجائے

ہم مثالوں سے سمجھ سکتے نہیں دل کی مٹھاس
پھل محبت کا چکھا دے تو مزہ آجائے

ان کی راہوں میں نگاہیں تو ہوئیں فرشِ راہ
اپنے دل کو بھی بچھا دے تو مزہ آجائے

عقل کے نور کا مشکور مگر خالقِ طور
عشق کی آگ لگا دے تو مزہ آجائے

وجہ بے کیفی تری سانس کا باقی رہنا
اپنی ہستی کو مٹا دے تو مزہ آجائے

ہے مریضانِ محبت کا مرض استسقاء
یہ مرض اور بڑھا دے تو مزہ آجائے

ساری دنیا کے مزے تلخ ہیں اک تیرے بغیر
تو اگر دل کو مزہ دے تو مزہ آجائے

توبہ کا مرہم

مرے دل میں جب انکا غم نہ ہو گا
وہ دن کیا لائقِ ماتم نہ ہو گا

گناہوں کے تقاضوں پر عمل سے
گناہوں کا تقاضا کم نہ ہو گا

ہوائے نفس نے پائی ہوا تو
چراغِ معصیت مدھم نہ ہو گا

بڑھے گا اس قدر زخمِ معاصی
اثر توبہ کا پھر مرہم نہ ہو گا

پھر ایسا وقت بھی آئے گا اک دن
صدورِ معصیت پر غم نہ ہو گا
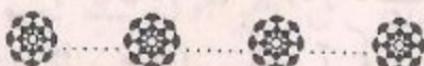
حرم والا شناسا ہو گا اس کا
کہ جسکے دل میں نامحرم نہ ہو گا

اثر اس وقت کیا توبہ کرو گے
کہ جب نفسِ لعیں میں دم نہ ہو گا

اثر پھر کس طرح آئے گا آہوں میں

آثر مشغول ہیں جب ہم گناہوں میں
اثر پھر کس طرح آئے گا آہوں میں

وظائف بڑھ رہے ہیں روز و شب بیشک
کمی ہوتی نہیں لیکن گناہوں میں

نمازِ فجر میں ہوتے نہیں اکثر
بہت سے لوگ تو ہیں عید گاہوں میں

نہیں ہے خرچ تو راہِ خدا میں بس
ہیں اخراجات تو شادی بیاہوں میں

مرے دل میں نہیں تیرے سوا کوئی
مرا دل خود بھی شامل ہے گواہوں میں

آثر تم اس طرح خود کو سعادت مند کرلینا
حسیں جب سامنے آئیں تو آنکھیں بند کرلینا

تارِ منفی و مثبت
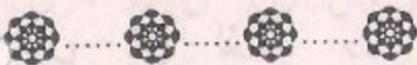
زندگی کا لطف سچ پوچھو تو بس سنت میں ہے
ایسا لگتا ہے کہ جیسے آدمی جنت میں ہے

وہ کہاں لاکھوں برس کی بے ریا طاعت میں ہے
فائدہ جو اہلِ دل کی دو گھڑی صحبت میں ہے

آپ جس حالت میں خوش ہیں اے مرے ربِ کریم
آپ سے خوش آپ کا بندہ اسی حالت میں ہے

ایک جانب خواہشات اور اک طرف خوفِ خدا
بجلیٔ ایمان تارِ منفی و مثبت میں ہے

پھر حصولِ زر کی خاطر کیوں میں سرگرداں پھروں
وہ مجھے مل کر رہے گا جو مری قسمت میں ہے

اے خدا میری بھی فرما دیجئے اصلاحِ نفس
آپ قادر ہیں ہر اک شئے آپکی قدرت میں ہے

اک معمہ ہے آثر سارے زمانے کے لئے
جیسا صورت میں ہے کیا ویسا ہی وہ سیرت میں ہے

خالقِ دل کی نظر

زیست کی کشتی کا رخ عقبیٰ کے ساحل کی طرف
بڑھ رہا ہے ہر مسافر اپنی منزل کی طرف

بھول جاتا ہے خدا کو یاد کرنا آدمی
بھیجتا ہے رزق وہ پھر بھی تو غافل کی طرف

خلوتوں میں ایسی پائی لذتِ راز و نیاز
اب قدم اٹھتے نہیں یاروں کی محفل کی طرف

سیکڑوں عقلی دلائل بے اثر نادان پہ
اک اشارہ بھی بہت ہوتا ہے عاقل کی طرف

اپنی آنکھوں کے نصیبے پر مجھے آتا ہے رشک
دیکھتا ہوں اک نظر جب شیخِ کامل کی طرف

اہلِ دل کے دل سے ہو جاتا ہے دل کا رابطہ
خالقِ دل کی نظر ہوتی ہے جب دل کی طرف

آسمانی نصرتیں بھی اس کی ہمراہی بنیں
جب مجاہد چل پڑا اپنے مقابل کی طرف

اہلِ حق کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھ کر
زلزلہ آنے لگا ایوانِ باطل کی طرف

تلملاتے ہی رہو گے زندگی بھر تم اثرؔ
بھول کر بھی دیکھنا مت اب کسی تل کی طرف

ریاکار کہنے لگیں

خود کو بنتا ہے عطار کہنے لگیں
شہرتوں کا طلبگار کہنے لگیں
اس قدر ذکر کر اپنے رب کا اثرؔ
لوگ تجھ کو ریاکار کہنے لگیں

ذکر کے انوار
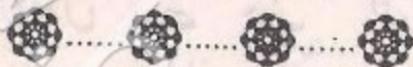
معصیت! ابرار کے ہوتے ہوئے
دھوپ! اور اشجار کے ہوتے ہوئے

کس طرح آئے وہ ذاتِ بے نیاز
قلب میں اغیار کے ہوتے ہوئے

معصیت کی تیرگی ممکن نہیں
ذکر کے انوار کے ہوتے ہوئے

بیکس و مجبور کا سائل نہ بن
مالک و مختار کے ہوتے ہوئے

کچھ تو ہے جو اہلِ دل خاموش ہیں
قوتِ گفتار کے ہوتے ہوئے

اہلِ گلشن سے کوئی سیکھے سبق
خندہ زن ہیں خار کے ہوتے ہوئے

ذرا سوچ سمجھ کر

اے دوست قدم اپنے بڑھا سوچ سمجھ کر
یہ راہِ محبت ہے ذرا سوچ سمجھ کر

پہنی ہے شریعت کی قبا سوچ سمجھ کر
اوڑھی ہے طریقت کی ردا سوچ سمجھ کر

رہنے کا اندھیرے میں مجھے شوق نہیں ہے
طوفان میں رکھا ہے دیا سوچ سمجھ کر

انگلی نہ اٹھے خضر کی صورت پہ کسی کی
اے دوست نگاہوں کو اٹھا سوچ سمجھ کر

پائے گا نمو اس سے مرے عجز کا پودا
مٹی میں ملائی ہے انا سوچ سمجھ کر

عشاق تو رہتے ہیں صدا زندہ و جاوید
تجویز کرو میری سزا سوچ سمجھ کر

ہے صحتِ روحانی اسی شخص کو حاصل
جو نفس کو دیتا ہے غذا سوچ سمجھ کر

پچھتائے گا تو عہدِ ضعیفی میں وگرنہ
کر اپنی جوانی کو فدا سوچ سمجھ کر

پنہاں ہے تری ذات میں خود منزلِ مقصود
ہاتھوں میں ترے ہاتھ دیا سوچ سمجھ کر

دنیا نے کسی سے بھی وفاداری نہیں کی
دنیا سے اثر دل کو لگا سوچ سمجھ کر
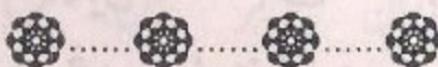
عشق کا اظہار

مزین نورِ سنت سے اگر رخسار ہو جائے
نہاں جو عشق ہے اس عشق کا اظہار ہو جائے
نبی ﷺ کے نام لیوا بے عمل ہیں مستحقِ دار
گرو نانک کا پیرو کیوں نہ پھر سردار ہو جائے

لطفِ زندگی

مجاہدات کی بھٹی سے جو گزرتا ہے
تو مثلِ کیمیا دراصل وہ نکھرتا ہے

اسی کو اصل میں ہے لطفِ زندگی حاصل
جو ایک ذاتِ حیات آفریں پہ مرتا ہے

تو شہرِ عشق پہ ہوتا ہے زلزلہ طاری
دیارِ حسن نگاہوں سے جب گزرتا ہے

جو سوچتے ہیں فقط سوچتے ہی رہتے ہیں
جو کرنے والا ہے ہر کام کر گزرتا ہے

یہ بحرِ عشق ہے گہرائیوں سے مت گھبرا
جو اس میں ڈوبتا ہے بس وہی ابھرتا ہے

وہ مطمئن نہیں سونے کی وادیوں پر بھی
بشر کا قبر کی مٹی سے پیٹ بھرتا ہے

نظر میں جس کی سمائی ہو ایک ذاتِ قدیم
تغیراتِ زمانہ سے کب وہ ڈرتا ہے

جو آنکھ والے ہیں پہچانتے ہیں اُنکا مقام
یہ سچ ہے جوہری ہیرے کی قدر کرتا ہے

ہزار سنگِ ملامت کے باوجود اثر
جو چلنے والا ہے رستے میں کب ٹھہرتا ہے
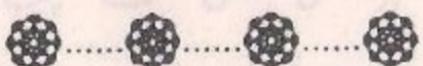
عشقِ فانی

تو عشقِ فانی جو کر رہا ہے جہاں میں کوئی بشر رہا ہے
تو راہرو ہے گزر رہا ہے یہ تیرا رستہ ہے گھر نہیں ہے
تو خوابِ غفلت میں سو رہا ہے جو سو رہا ہے وہ کھو رہا ہے
جہاں میں یہ شور ہو رہا ہے کہ اب بھی تیری سحر نہیں ہے

قربِ الٰہی

روح جب قربِ الٰہی پائے گی
زندگی میں زندگی آجائے گی

آدمی شاہیں صفت ہوجائے گا
کرگسی خود اپنے پر سمٹائے گی

گلشنِ دل میں تب آئے گی بہار
خواہشوں کی جب کلی مرجھائے گی

سنتوں کی بارشیں کر دیکھیے
بدعتوں کی گندگی ڈھل جائے گی

عشق میں خود کو جلا دے اے اثرؔ
رنگ تب تیری محبت لائے گی

جو سکونِ دل ڈھونڈے آہ نارِ شہوت میں
ایسا شخص رہتا ہے احمقوں کی جنت میں

شعرائے دنیا کی سخندانی

وہ کہاں شعرائے دنیا کی سخندانی میں ہے
جو سُرورِ بندگی آیاتِ قرآنی میں ہے

بے سبب تُو مبتلا اے دل پریشانی میں ہے
جلوۂ ایمان مضمر سیلِ عریانی میں ہے

یہ حقیقت ہے کہ اہلِ دل میں اور اللہ میں
ایسا ناطہ ہے کہ جیسا مچھلی و پانی میں ہے
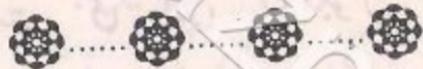
پہلوانِ خواہشاتِ نفس کو چت کرسکے
اتنی قوت بھی نہیں کیا جوشِ ایمانی میں ہے

پھر رہا ہے جب پری چہروں کے چکر میں تو پھر
کیا عجب ہے دل اگر تیرا پریشانی میں ہے

دائمی ذلت کو بھی پیشِ نظر رکھے کوئی
عارضی لذت تو بے شک کارِ شیطانی میں ہے

فقرِ بوذرؓ کیوں نہیں ہے مشعلِ راہِ حیات
کامیابی کیا فقط زر کی فراوانی میں ہے

جا کے پوچھے کوئی نیشاپور کے درویش سے
آخرش کیا فرق ہے جو فقر و سلطانی میں ہے

چند دن رہنا پڑے دریائے اہلِ دل سے دور
پھر پتہ چل جائے گا تو کس قدر پانی میں ہے

دل میں غیروں کا گزر یہ کیسے ممکن ہے اثر
دل زہے قسمت کہ اہلِ دل کی نگرانی میں ہے

کنٹرول

پائیں جواہرات کو کنکر کے مول میں
رکھیں اگر نگاہ کو ہم کنٹرول میں
آنکھوں کے ترازو کو خدا دیکھ رہا ہے
ہرگز کمی نہ کیجئے کبھی ناپ تول میں

دو چار دن کی بات ہے

کوٹھی بنگلے بہتریں دو چار دن کی بات ہے
کیا مکاں کیسے مکیں دو چار دن کی بات ہے

ایک دن آ کر خزاں ویران کر دے گی چمن
سرو سنبل یاسمیں دو چار دن کی بات ہے

آج تک کوئی نہیں جو موت میں کرتا ہو شک
زندگانی بالیقیں دو چار دن کی بات ہے

ایک دن یہ صورتیں تبدیل ہوں گی بالیقیں
لاکھ کہلاؤ حسیں دو چار دن کی بات ہے

اے کسانِ سست اٹھ کھیتی لگا سبزہ اگا
پاس تیرے یہ زمیں دو چار دن کی بات ہے

میں نے مانا ہے مشقت راہِ حق میں پر اثر
کچھ زیادہ تو نہیں دو چار دن کی بات ہے

وقفۂ اذان و نماز

یہ جو دنیا ہے رہگزر ہے دوست
آخرت ہی ہمارا گھر ہے دوست

ہم کو لاحق ہے فکرِ مستقبل
جبکہ پل کی نہیں خبر ہے دوست

جس طرح وقفۂ اذان و نماز
زندگی اتنی مختصر ہے دوست

رشک کرتا ہے آسماں مجھ پر
انکے قدموں پہ میرا سر ہے دوست

وہ ہیں اور اُن کا لطفِ بے پایاں
میں ہوں اور میری چشمِ تر ہے دوست

تجھ کو اک دن ہلاک کر دے گا
نفس دشمن ترا اگر ہے دوست

اِس طرف بھی تو کوئی نادم ہو
اُس طرف سے تو درگزر ہے دوست

خود آثر باعمل نہیں ہے جبھی
اس کی ہر بات بے اثر ہے دوست

صدقِ طلب کا اعجاز

دیکھ نسبت کو معاصی سے تُو کمزور نہ کر
آگ ہرگز نہ جلا نخلِ ثمربار کے پاس

وہ جو اعمال سے ہر لحظہ ہو سنت کے قریب
درحقیقت ہے وہی روضہء سرکار کے پاس

دل میں لاشیں بھی رہیں اور خدا بھی مہماں
کہیں ہوتی ہے ضیافت کسی مُردار کے پاس

رشک کرتے ہیں سلاطین مری قسمت پر
آگیا ہوں میں شہنشاہ کے دربار کے پاس

یوں بھی ہوتا ہے کبھی صدقِ طلب کا اعجاز
خود ہی منزل چلی آتی ہے طلبگار کے پاس

کس لیے ہم کھنچے جاتے ہیں معاصی کی طرف
اہلِ گلشن تو نہیں جاتے کبھی خار کے پاس

لایا ہوں اشکِ ندامت کا میں توشہ یا رب
اور تو کچھ بھی نہیں تیرے گنہگار کے پاس

اہلِ تقویٰ کی طرف کیوں نہ ہو ابلیس کا رخ
چور تو آتا نہیں مفلس و نادار کے پاس

ناخدائے رہِ مولیٰ سے اگر ہو دوری
کشتیء تقویٰ چلی آتی ہے منجدھار کے پاس

خانہء دل سے آثر غیر کے ملبے کو ہٹا
گندگی اچھی نہیں لگتی ہے گھر بار کے پاس

سربلندیء روح

روح کی قسمت میں خوشحالی نہیں
قلب گر اغیار سے خالی نہیں

سربلندی روح کو مطلوب ہے
نفس کو منظور پامالی نہیں

نشہ اتر گیا

انعام جب سے میں نے پایا ہے عاجزی کا
نشہ اتر گیا ہے احساسِ برتری کا

جلدی کرو غلامو جاں دے دو اس ادا پر
آقا نے خود بڑھایا ہے ہاتھ دوستی کا

انجام کوئی دیکھے مرجھائے پھول کا بھی
دل کھینچتا ہے یوں تو آغاز ہر کلی کا

رنگینیٔ زمانہ بھولا ہوا فسانہ
یادِ خدا میں گم ہوں عالم ہے بے خودی کا
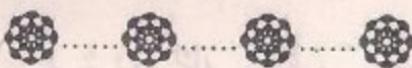
ہر دکھ سے بے خبر ہوں ہر وقت شادماں ہوں
غم جب سے مل گیا ہے اک خالقِ خوشی کا

خورشیدِ قربِ خاص

جو میرا قول ہے وہ میرا حال ہو جائے
خدا کے قرب سے دل مالا مال ہو جائے

اسی میں ہوتا ہے خورشیدِ قربِ خاص طلوع
وہ دل جو خونِ تمنا سے لال ہو جائے

خدائے پاک سے ایسا قوی تعلق ہو
کہ ارتکابِ معاصی محال ہو جائے

غلام کا تو ہر اک جزو ہے غلام تو پھر
فدا محبتِ آقا ﷺ پہ گال ہو جائے

حیاتِ فانی کو کر نذرِ لامثال لہٗ،
کہ کائنات میں قائم مثال ہو جائے

یہی دلیل ہے اس میں کوئی کمال نہیں
بزعمِ خود جو کوئی باکمال ہو جائے

ہم اس عروج پہ مرتے ہیں دارِ فانی کے
کہ جسکو چند دنوں میں زوال ہو جائے

غریب اصل وہی ہے بہ اعتبارِ مآل
کہ جسکی منزلِ مقصود مال ہو جائے

رہِ جنوں میں قدم رکھ دیا اثر نے بھی
خدانخواستہ کیوں اعتدال ہو جائے

سنت کی روشنی
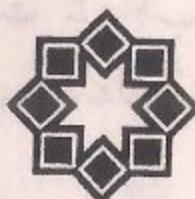
سنت کی روشنی کو کیا ہم نے فراموش
اور اپنے لئے فسق کا اندھیر لیا ہے

ہم لوگ ہوئے اسوۂ حسنہ سے بہت دور
جب ہی ہمیں آفات نے یوں گھیر لیا ہے

جب آئے بڑی مونچھ منڈی داڑھیوں والے
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سمت سے رخ پھیر لیا ہے

تقویٰ کی عمارت

اثر جب مہرباں انساں پہ قسمت ہونے لگتی ہے
کسی اللہ والے سے محبت ہونے لگتی ہے

نظر پر جب خدا کی نظرِ رحمت ہونے لگتی ہے
تو بن چاہے بھی نظروں کی حفاظت ہونے لگتی ہے

صدورِ معصیت تو در کنار اہلِ محبت کو
معاصی کے تصور سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے

وہیں ابلیس رکھ دیتا ہے بم لطفِ معاصی کا
جہاں تعمیر تقویٰ کی عمارت ہونے لگتی ہے

وہ جسکے دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا باغ لگ جائے
تو اس کے رخ پہ بھی تزئینِ سنت ہونے لگتی ہے

رہوں بیدار تو میرے تصور میں وہ رہتے ہیں
جو سو جاؤں تو خوابوں میں زیارت ہونے لگتی ہے

چمکنے لگتا ہے ذرہ مثالِ مہرِ تاباں وہ
کہ جس پر شیخ کی نظرِ عنایت ہونے لگتی ہے

محبت صرف حضرت سے نہیں ہے مجھکو حضرت سے
محبت کرنے والوں سے محبت ہونے لگتی ہے

زوالِ حُسن

حسن کو جب زوال ہوتا ہے
عشق کا انتقال ہوتا ہے

جو بھی مرتا ہے مرنے والوں پہ
اس کا جینا محال ہوتا ہے

خواہشِ نفس ہے وہ شے جس کا
خون کرنا حلال ہوتا ہے

کھانا پڑتی ہے اس کو گالی بھی
جو پرستارِ گال ہوتا ہے

روح ہوتی ہے سربلند تبھی
نفس جب پائمال ہوتا ہے

جس کے سر پر اثر ہو فکرِ مآل
اس کے قدموں میں مال ہوتا ہے

اشکِ ندامت

بھلا اشکِ ندامت عرش پر کب پائے جاتے ہیں
یہ ایسے موتی ہیں جو فرش سے منگوائے جاتے۔ ہیں

سرِ درِ منزلِ مولیٰ وہی بس پائے جاتے ہیں
جو اپنے نفس کی دیوار کو خود ڈھائے جاتے ہیں

کوئی کب سر نگوں کرتا ہے آخر اپنے جھنڈے کو
جبھی سنت کا پرچم رخ پہ ہم لہرائے جاتے ہیں

رعایا فوج خدام و محل مونس ہیں دنیا تک
کہ سب تنہا ہی اپنی قبر میں دفنائے جاتے ہیں

تقاضائے وفاداری ہمیں مجبور کرتا ہے
کہ جس کا رزق کھاتے ہیں اُسی کی گائے جاتے ہیں

معاصی کے اندھیروں میں نہ ہو توفیقِ توبہ گم
کہ تا حدِ نظر ان غفلتوں کے سائے جاتے ہیں

نہ آیا ارتکابِ معصیت میں جب حجاب ان کو
اثرؔ پھر توبہ کرنے میں وہ کیوں شرمائے جاتے ہیں

صحبتِ اہلِ نظر

مہرباں بندے پہ جس دم حق تعالیٰ ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے اللہ والا ہو گیا

شیخ سے جس کا تعلق ڈھیلا ڈھالا ہو گیا
نفس و شیطاں کے لیے وہ ترنوالہ ہو گیا

ہے تدارک کوئی محرومیِ قربِ خاص کا
لاکھ توبہ سے گناہوں کا ازالہ ہو گیا

بس گیا جس کی نظر میں خالقِ شمس و قمر
دہر میں وہ روشنیوں کا حوالہ ہو گیا

دوسروں کی جوتیوں کی میں حفاظت میں لگا
بس اسی دوران گم اپنا دوشالہ ہو گیا

چھٹ گئیں مایوسیاں نالائقی کے باوجود
آپ کی شانِ کریمی سے جو بالا ہو گیا

ہم فقیروں کو بھلا کشکول کا کیا احتیاج
دونوں ہاتھوں کو ملایا اور پیالہ ہو گیا

میں بھی ہوتا شائقِ حسنِ بتاں لیکن اثر
صحبتِ اہلِ نظر سے ذوق اعلیٰ ہو گیا

کافر مسلماں ہو گیا

یہ مصرع حضرت اقدس دامت برکاتہم کا ہے اور یہ اشعار محترم جناب صوفی شمیم احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس دامت برکاتہم کی فرمائش پر لکھے گئے ہیں۔

جسن کا جغرافیہ بدلا تو حیراں ہو گیا
"سرخ کافر تھا جو بچپن میں مسلماں ہو گیا"

وقت کی آندھی اڑا کر لے گئی کلیوں کا حسن
جو کبھی رشکِ چمن تھا اب بیاباں ہو گیا
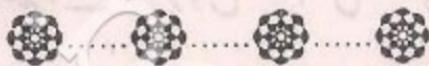
چڑھتے سورج کے پجاری ہو گئے کیونکر فرار
کیا ہوا شہرِ نگاراں کیسے ویراں ہو گیا

اب نگاہِ شوق ہی اٹھتی نہیں ہے اس طرف
پرچۂ غضِ بصر صد شکر آساں ہو گیا

کل تلک جو نوکِ مژگاں پر دیا کرتے تھے جاں
آج جب مونچھوں کو دیکھا تو ہراساں ہو گیا

عقل آئی حسنِ فانی کا جنازہ دیکھ کر
جو پرستارِ بتاں تھا اہلِ ایماں ہو گیا

کمسنی میں جس کی خاطر رہتے تھے نالہ کناں
عہدِ پیری میں اسے دیکھا تو نالاں ہو گیا

جان دی جس نے خدا پر پالیا اس نے سکون
دل دیا جس نے پری کو وہ پریشاں ہو گیا

ڈھل گئی صبحِ بہاراں چھا گئی فصلِ خزاں
رشکِ گل نازِ چمن خارِ مغیلاں ہو گیا

اے اثرؔ اس ظلم پر ہے خون رونے کا مقام!
غازیٔ اسلام اک کافر پہ قرباں ہو گیا

علاج

روشنی گر نظر نہیں آتی
اس پہ ہرگز نہ احتجاج کرو

چاند کو مت برا کہو یارو
اپنی آنکھوں کا تم علاج کرو

تاثیر آہ کی

تحریک اصل میں ہے یہی خانقاہ کی
باقی رہے نہ کوئی بھی عادت گناہ کی

دیکھیں پھر اپنی آنکھ سے تاثیر آہ کی
با باہ کی نکال دیں اور جیم جاہ کی

غضِ بصر پہ نفس نے جب آہ آہ کی
فوراً صدائے روح اٹھی واہ واہ کی

طاقت بروئے کار نہ لائے تو کیا علاج
طاقت تو ہر بشر میں ہے ترکِ گناہ کی

آیا ہے کون غیرتِ خورشید قلب میں
کیوں ماند پڑ گئی ہے چمک مہر و ماہ کی

بندے کو چاہیئے کہ خدا پر نظر کرے
آجائے کوئی چیز اگر اشتباہ کی

اُس رشکِ آفتاب نے ڈالی جو اک نظر
حالت بدل گئی مرے قلبِ سیاہ کی

ایسا لگا فراق میں صدیاں گزر گئیں
کہنے کو تھی جدائی فقط ایک ماہ کی

آخر کوئی مٹھاس تو صرفِ نظر میں ہے
تکلیف ہم اٹھاتے نہیں خوامخواہ کی

محبت کا سمندر

مزہ جان دینے میں آتا ہے کیسے
کوئی انکے قدموں پہ مر کے تو دیکھے

محبت کا ہے کتنا گہرا سمندر
ذرا کوئی اس میں اتر کے تو دیکھے

دنیائے فانی

رہا محروم وہ دونوں جہاں کی شادمانی سے
وہ جس نے دل لگایا عشرتِ دنیائے فانی سے

گناہوں سے گناہوں کا تقاضا کم نہیں ہوتا
یہ سچ ہے آگ بجھ سکتی نہیں نمکین پانی سے

مرا خالق مرا مالک اثرؔ ناراض جس سے ہو
مری توبہ مری توبہ ہے ایسی شادمانی سے

یہ سچ ہے ابتلائے معصیت بھی اک مصیبت ہے
خدا محفوظ رکھے اس بلائے ناگہانی سے

بجھانا آتشِ دوزخ کا آساں تو نہیں لیکن
سنو یہ آگ بجھ سکتی ہے بس آنکھوں کے پانی سے

کوئی طاقت نہیں چلتی ہے عزرائیل کے آگے
کہیں دھوکہ نہ کھا جانا اثرؔ اپنی جوانی سے

کوئی جانِ سخن میرے تخیل میں سمایا ہے
جبھی اشعار وارد ہو رہے ہیں اس روانی سے

اثرؔ تو کچھ نہیں لیکن اثر کے شعر کہتے ہیں
اثرؔ کا بھی تعلق ہے کسی رومیِ ثانی سے

ابھی مت پوچھئے

کیسی بندش آنکھ پر ہے یہ ابھی مت پوچھئے
کس لئے نیچی نظر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

اصل آنکھیں تو کھلیں گی قبر میں جانے کے بعد
کون اصلی دیدہ ور ہے یہ ابھی مت پوچھئے

حسن کا جغرافیہ بدلے تو پھر معلوم ہو
عشق کتنا معتبر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

روزِ محشر کی طوالت سے پتہ چل جائے گا
زیست کتنی مختصر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

ملنے دیجئے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں
محنتوں کا کیا ثمر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

روزِ محشر خالقِ زر خوش ہو گر تو ہے ظفر
پاس کتنا مال و زر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

خود کھلے گا صاحبِ تاثیر ہو جانے کے بعد
صحبتوں کا کیا اثر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

معرکے میں نفس کے لیجے آخر کا امتحاں
لومڑی یا شیرِ نر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

موتی کی غذا کیوں نہیں لیتے

ایماں کی حلاوت کا مزہ کیوں نہیں لیتے
سڑکوں پہ نگاہوں کو جھکا کیوں نہیں لیتے

لو اپنے چراغوں کی بڑھاؤ گے کہاں تک
خورشید ہی سے آنکھ ملا کیوں نہیں لیتے

کوے تو نہیں ہو کہ ہو مرغوب غلاظت
تم ہنس ہو موتی کی غذا کیوں نہیں لیتے

کرتے ہو معاصی کے مرض کو نظر انداز
روحانی طبیبوں سے دوا کیوں نہیں لیتے

اب آتشِ الفت کی درآمد بھی کہاں تک
یہ آگ ہی سینے میں لگا کیوں نہیں لیتے
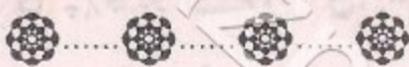
ہر بیکس و مجبور کی کرتے ہو خوشامد
اک صاحبِ قدرت کو منا کیوں نہیں لیتے

ہیں داغ جو عصیاں کے اثر دامنِ دل پر
اشکوں کے سمندر میں نہا کیوں نہیں لیتے

کیفِ احسانی

رابطہ کم ہو گا جتنا عالمِ فانی کے ساتھ
روح نکلے گی آخر اتنی ہی آسانی کے ساتھ

گو پریشانی تو ہے اس سیلِ عریانی کے ساتھ
حلوۂ ایمان بھی تو ہے فراوانی کے ساتھ

حبِ دنیا دل میں ہو تو عشقِ مولیٰ ہے محال
آگ رہ سکتی نہیں ہرگز کبھی پانی کے ساتھ

کوئی صوبہ بھی بغاوت کر نہ پائے جسم کا
دل پہ بھی پہرہ ہو آنکھوں کی نگہبانی کے ساتھ

دوستی مطلوب ہے تو دشمنوں سے دور رہ
فضلِ رحمانی نہ ہو گا کارِ شیطانی کے ساتھ

زندگی بھر کی ریاضت کا اسے حاصل کہیں
ایک سجدہ بھی اگر ہو کیفِ احسانی کے ساتھ

خواہشاتِ نفس بھی قربان ہوں تو بات ہے
عید الاضحیٰ پر آخر بکرے کی قربانی کے ساتھ

حکمتِ دینی و دنیاوی کا سنگم ہے یہاں
نفعِ جسمانی بھی ہو گا فیضِ روحانی کے ساتھ

خالقِ لذات جس سے خوش نہیں ہو دوستو
اس کی دنیا بے مزہ ہے مرغ و بریانی کے ساتھ

اس سے اہل اللہ کی عظمت پہ آجاتا ہے حرف
فعلِ شیطانی نہ کرنا شکلِ نورانی کے ساتھ

خود ہی ظاہر ہے اثر انگیزیٔ اشعار سے
ہے اثر کا بھی تعلق رومیٔ ثانی کے ساتھ

اہلِ دل دریائے قربِ حق میں ایسے غرق ہیں
جیسے مچھلی کا تعلق ہے اثر پانی کے ساتھ
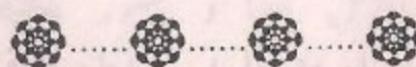
قرب کی لذت

بھلا میں اس سے کب انکار کر رہا ہوں دوست
مزہ تو ہے رہِ عیش و طرب کے سائے میں

مگر وہ دل کی تپش کا بھی حال بتلائے
جو جی رہا ہے خدا کے غضب کے سائے میں

میں ان کے قرب کی لذت کو کیا بیان کروں
عجیب کیف ہے نادیدہ لب کے سائے میں

حسد کی آگ
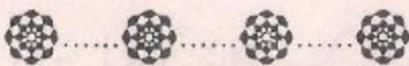
حسد کی آگ میں جسکو بھی جلتے دیکھا ہے
اسے تو میں نے فقط ہاتھ ملتے دیکھا ہے

میں کیا بتاؤں نئی روشنی کے کاندھوں پر
حیا کا میں نے جنازہ نکلتے دیکھا ہے

وہ جسکی آنکھ میں کوئی حسین بس جائے
تو رات بھر اُسے کروٹ بدلتے دیکھا ہے

کسی کا سوز مرے دل کو نرم کیوں نہ کرے
کہ میں نے آگ سے لوہا پگھلتے دیکھا ہے

اثر یہ رہ نہیں سکتی اثر بغیر کیے
کہ میں نے آہ کو دل سے نکلتے دیکھا ہے

نظروں کو کیے چار یہ کیا دیکھ رہا ہے
کیا تجھ کو نہیں علم خدا دیکھ رہا ہے

جانِ سخن

میں اپنی زیست حسینوں کے نام کیوں کرتا
بھلا میں اپنا ہی جینا حرام کیوں کرتا

دل و دماغ و بصارت بعافیت ہیں تو پھر
آثؔر میں شکوۂ نزلہ زکام کیوں کرتا

کسی گنہ میں کوئی منفعت اگر ہوتی
ہمارا رب اسے ہم پر حرام کیوں کرتا

اگر وہ جانِ سخن روبرو نہ ہوتے تو
غزل سرائی کا میں اہتمام کیوں کرتا

سلف کی شان میں تنقید و تبصرہ کرکے
آثؔر زبان کو میں بے لگام کیوں کرتا

میری آہ و فغاں یوں بے اثر ہو جائے مشکل ہے
مرے اشکِ ندامت میں جگر کا خون شامل ہے

تہجد کا نور

تمام شب کی تہجد کا نور ایک طرف
نظر بچانے کا لیکن سرور ایک طرف

مرے تمام خطا و قصور ایک طرف
عطا و رحمتِ ربِ غفور ایک طرف

نظر سے دور ہیں لیکن وہ دل میں رہتے ہیں
حجاب ایک طرف ہے ظہور ایک طرف

عطا ہو اہلِ جنوں کا مقامِ قرب تو پھر
تمام شبہء عقل و شعور ایک طرف

ہے یوں تو چار سُو نفرت کا آبِ خاک آلود
اثر ہے عشق کی مستی میں چور ایک طرف

اثر محبتِ اہل و عیال برحق ہے
مگر ہو عشقِ خدا و حضور ﷺ ایک طرف

غفلتِ روزِ جزا
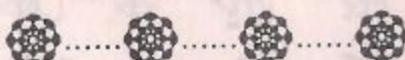
وہ اپنی راہ میں جس کو قبول کرتے ہیں
تو اس کی راہ کے کانٹوں کو پھول کرتے ہیں

مجھے تو غفلتِ روزِ جزا پہ حیرت ہے
کہ اہلِ عقل کہیں ایسی بھول کرتے ہیں

ہمیں بھی چاہیئے راہوں میں، انکی بچھ جائیں
مقامِ قرب سے جب وہ نزول کرتے ہیں

دکھائی اُن کو نہیں دیتا کیا درِ توبہ
یہ لوگ خواہشِ عصمت فضول کرتے ہیں

وہ جنکے سامنے ہوتی ہے روح کی پرواز
وہ خواہشات کو پیروں کی دھول کرتے ہیں

دنیا یہ سمجھتی ہے کہ دل ٹوٹ رہا ہے
دراصل یہ جنت کے مزے لوٹ رہا ہے

سوزِ اہلِ دل

ہے ایسا سوزِ اہلِ دل کہ جو بے ساز ہوتا ہے
زمیں کو آسماں سے ربطِ بے آواز ہوتا ہے

جنم لیتی ہے نافرمانیٔ حق کی جہاں خواہش
وہیں قہرِ خدا کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے

خرد کے زعم میں اہلِ خرد یہ راز کیا جانیں
کہ مٹ جانا ہی اہلِ عشق کا اعزاز ہوتا ہے

عجب طرزِ سخن ہے جی نہیں بھرتا سماعت سے
مضامینِ کہن کا بھی نیا انداز ہوتا ہے

بتا دیتی ہیں رازِ دردِ پنہاں چشمِ باریدہ
کہ سیلِ اشک سوزِ قلب کا غماز ہوتا ہے

اگر خاموش رہتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے
اگر یہ آہ کرتے ہیں تو افشا راز ہوتا ہے

پروں میں گوند شہوت کا لگا دیتا ہے ظالم نفس
پرندہ روح کا جب مائلِ پرواز ہوتا ہے

اثر شاہین بنتا ہے تو خصلت چھوڑ کرگس کی
کبھی مردار کھانے والا بھی شہباز ہوتا ہے

سو فیصد وفاداری

بڑے محسن سے غداری کرے گا
وہ جو اغیار سے یاری کرے گا

یہاں بندوں کی پردہ پوشی کیجئے
خدا محشر میں ستاری کرے گا

کھلی ہے جس پہ دنیا کی حقیقت
وہی عقبیٰ کی تیاری کرے گا
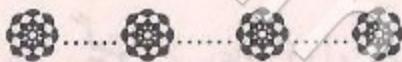
نہ ہو گا بند تیرا فقر ہرگز
اگر اظہارِ ناداری کرے گا

وہ جس کے دل میں عشقِ حق سمائے
وہ اپنی جان بھی واری کرے گا

سبھی اس دوست کو ترجیح دیں گے
جو سو فیصد وفاداری کرے گا

اسی دل کو ملے گا دردِ دل بھی
جو اہلِ دل کی دلداری کرے گا

لذتِ وصلِ دوام

جو اہلِ دل ہیں وہ یہ اہتمام کرتے ہیں
حرام خوشیوں کو خود پر حرام کرتے ہیں

خدا کی راہ میں جو خار چبھ گیا ہو اُسے
تمام پھول ادب سے سلام کرتے ہیں

عطا کئے ہیں جو ہم کو خوشی کے خالق نے
ہم ان غموں کا بڑا احترام کرتے ہیں

کوئی خود عرضی نہ لائے تو اس کی محرومی
وہ پانچ وقت تو دربارِ عام کرتے ہیں

فراقِ عارض و گیسوئے عارضی کے عوض
حصولِ لذتِ وصلِ دوام کرتے ہیں

یہ ان کی خاص عنایت نہیں تو پھر کیا ہے
کہ ہم بھی ان کی محبت کو عام کرتے ہیں

اس اعتبار سے خود بھی ہیں رشکِ گلشن وہ
کہ پھول جھڑتے ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں

شروع کر ہی دیا ہے جو معرفت کا سبق
تو بابِ عصیاں کا ہم اختتام کرتے ہیں

ہے کوئی بندہ جو توبہ کرے گناہوں سے
سحر کے وقت وہ ہم سے کلام کرتے ہیں

مشاہدہ انہیں ہوتا ہے حسنِ منزل کا
مجاہدہ جو فقط چند گام کرتے ہیں

انہیں بھی عرش سے اتری ہوئی پلا ساقی
جو لوگ خواہشِ مینا و جام کرتے ہیں

وہ مستحق ہیں آثر تمغۂ شجاعت کے
ہوائے نفس کا جو قتلِ عام کرتے ہیں

مستحق اب ہے بہادر وہی کہلانے کا
حوصلہ جس میں ہو ماحول سے ٹکرانے کا

نسبت کا موتی

جسے نسبت کا موتی حق تعالیٰ خود عطا کر دے
نہ کیوں وہ معصیت کے کنکر و پتھر فدا کر دے

یہ ایسی چیز ہے جو آسمانوں میں نہیں ملتی
جنابِ کبریا میں اشک کے موتی سجا کر دے

ہمارے جسم تو آزاد ہیں یارب دعا یہ ہے
ہماری روح قیدِ نفس و شیطاں سے رہا کر دے

اگر دارالبقا میں سرخروئی کی تمنا ہے
تو پیشِ شیخِ کامل اپنی ہستی کو فنا کر دے

مرے معبود اجسامِ مسلمانانِ عالم کو
لباسِ سنتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے آراستہ کر دے

یہی فریاد ہے میری کہ مجھ میں اور گناہوں میں
مرے مالک زمین و آسماں کا فاصلہ کر دے

اگر ہے عاشقِ سرور صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر ماحول کا کیا ڈر
تو داڑھی رکھ کے اظہارِ محبت برملا کر دے

اخترؔ وہ دونوں عالم کے فدا کرنے سے ملتے ہیں
اگر ان کی تمنا ہے تو یہ قیمت ادا کر دے
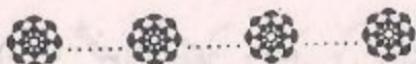
بادبانِ غمِ تقویٰ

خواہشِ نفس نے طوفان اٹھا رکھا ہے
بادبانِ غمِ تقویٰ نے بچا رکھا ہے

خالقِ قلب بھلا قلب میں آئے کیسے
ہم نے جب قلب میں غیروں کو بسا رکھا ہے

تو نے اس شخص کو کیا دیکھا نہیں ہے جس نے
خواہشِ نفس کو معبود بنا رکھا ہے

بھولنے والا کبھی کیف نہیں پا سکتا
آپ کی یاد میں کچھ ایسا نشہ رکھا ہے

ایک مدت کی پریشانی چھپی ہے اس میں
چند لمحوں کا گناہوں میں مزہ رکھا ہے

آج کے دور میں ماحول سے ٹکر لینا
ایسا لگتا ہے کہ طوفاں میں دیا رکھا ہے

یہ سراسر ہے مرے پیر کا فیضانِ نظر
سر کے خنّاس کو پیروں میں دبا رکھا ہے

تابِ نظارہ نہیں ہوتا

اِس سمت کبھی تابِ نظارہ نہیں ہوتا
گر دوسری جانب سے اشارہ نہیں ہوتا

عاصی کیلئے کوئی بھی چارہ نہیں ہوتا
گر آپ کی رحمت کا سہارا نہیں ہوتا

اعمال بھی اُس شخص کے پیارے نہیں ہوتے
اللہ کے پیاروں کا جو پیارا نہیں ہوتا

ہم تھوڑے سے دیں پر تو کریں صبر و قناعت
ہاں تھوڑی سی دنیا پہ گزارا نہیں ہوتا

اب دوستی کا دوستو معیار یہی ہے
جو اُن کا نہیں ہوتا ہمارا نہیں ہوتا

آتا نہیں باطن میں کبھی نورِ ولایت
ظاہر کو جو سنت سے سنوارا نہیں ہوتا

تکیہ تو فقط ذاتِ خدا پر ہی روا ہے
دُنیا کا سہارا تو سہارا نہیں ہوتا

ہم آسماں والے کا پتہ پوچھتے کس سے
روشن جو زمیں پر وہ ستارہ نہیں ہوتا

میں اُن کے سوا نام بھی لوں اور کسی کا
مجھ سے تو آخر یہ بھی گوارا نہیں ہوتا

احمق

خدائے پاک کو ناراض کرنا
آخر آخر یہ تیرا طور کیا ہے

بڑی طاقت سے ٹکر لینے والا
اگر احمق نہیں۔ تو اور کیا ہے

عشقِ مجاز میں

جب مبتلا ہو آدمی عشقِ مجاز میں
پھر کیا عجب کہ دل نہیں لگتا نماز میں

مصروف ہے جو بندہ بظاہر نماز میں
مشغول ہے خدا سے وہ راز و نیاز میں

شہبازیت کے نام پہ دھبہ ہے دوستو
کرگس کی خصلتیں ہیں اگر شاہباز میں

آواز میں گلے کی کہاں ہے اثرؔ وہ سوز
کیف و سرور و درد ہے جو دل کے ساز میں

گو جسم ہے مقیم کراچی میں ہے ضرور
لیکن اثرؔ کا دل ہے زمینِ حجاز میں

سوزِ عشق

یہ کیسی آہ و فغاں ہے کسی کو کیا معلوم
کہ سوزِ عشق نہاں ہے کسی کو کیا معلوم

ہوس کی دھند میں گم ہیں سراغ موسم کے
بہار ہے کہ خزاں ہے کسی کو کیا معلوم

یہ عاشقی جسے کہتے ھیں زندگی کچھ لوگ
یہی تو دشمنِ جاں ہے کسی کو کیا معلوم

وہ جس کے گھر کا زمانہ طواف کرتا ہے
دل اُس مکیں کا مکاں ہے کسی کو کیا معلوم
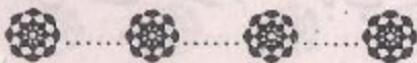
بظاہر اشک کے موتی تو خوبصورت ہیں
جگر سے خون رواں ہے کسی کو کیا معلوم

محبتوں میں غرض کے حصول سے آگے
عداوتوں کا کنواں ہے کسی کو کیا معلوم

یہاں پہ درد کی قیمت سوا ہے درماں سے
یہ اہلِ دل کا جہاں ہے کسی کو کیا معلوم

ہر ایک بات کا اظہار کیا ضروری ہے
نگاہ میں بھی زباں ہے کسی کو کیا معلوم

اثر کا جسم ہے دنیا میں سب ہی جانتے ہیں
اثر کی روح کہاں ہے کسی کو کیا معلوم
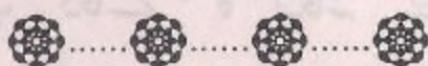
نظر خراب نہ کر

تو میری مان لے اپنی نظر خراب نہ کر
چراغ دیکھ کے توہینِ آفتاب نہ کر

متاعِ زیست حسینوں سے انتساب نہ کر
تو مشتِ خاک پہ ضائع دُرِ شباب نہ کر

عبث پرانی عمارت پہ رنگ و روغن ہے
سفید بالوں پہ ہرگز سیہ خضاب نہ کر

ہے بے حجابی میں شرمندگی سرِ محشر
حجاب کرنے میں میری بہن حجاب نہ کر

میں کسی قابل نہیں

باوجودِ علم قربِ حق جسے حاصل نہیں
عالمِ منزل تو ہے وہ بالغِ منزل نہیں

دفترِ اہلِ محبت ہی میں وہ داخل نہیں
وہ جو اُن کے حلقۂ احباب میں شامل نہیں

مشعلِ عشق و جنوں نے مجھ کو دکھلائی ہے راہ
صد مبارک باد میں دانا نہیں عاقل نہیں

اہلِ دل کے دل سے تیرا دل ہے بددل کس قدر
دل یہ کہتا ہے ترے پہلو میں شائد دل نہیں

حضرتِ انسان نے وہ بار اٹھایا ہے جناب
ہو سکے جس کے زمین و آسماں حامل نہیں

ہم اگر مٹی کی شکلوں سے کریں صرفِ نظر
خالقِ لیلیٰ کا ملنا پھر کوئی مشکل نہیں

میری نظروں کو کرے خیرہ ستاروں کی چمک
کیا مرے پیشِ نظر حسنِ مہِ کامل نہیں

ناز اس پر ہے کسی مقبول سے منسوب ہوں
ورنہ میری کیا حقیقت میں کسی قابل نہیں

کس طرح دیکھے فنا فی اللہ کی منزل کا خواب
مرتبہ جس کو فنا فی الشیخ کا حاصل نہیں

حاصلِ بندگی

جس سے مجروح ہو اعتمادِ خواص
ایسی حرکت سرِ عام مت کیجئے

صورتِ خضر میں ارتکابِ گناہ
اے اثرؔ یہ غلط کام مت کیجئے

کم سے کم اپنے ظاہر کا رکھیے بھرم
گول ٹوپی کو بدنام مت کیجئے

حاصلِ بندگی اجتنابِ گناہ
کام یہ ہے بُرا کام مت کیجئے

طوفان لئے بیٹھے ہیں

دل میں جو عشق کا طوفان لئے بیٹھے ہیں
کوئی تو بات ہے ہونٹوں کو سیئے بیٹھے ہیں

ہم تو دو گھونٹ بھی پینے کو ترستے ہیں یہاں
آپ میخانے کا میخانہ لئے بیٹھے ہیں

بیوی بچوں کی جدائی پہ نہیں آتا قرار
دوریٔ رب پہ مگر صبر کئے بیٹھے ہیں

اپنے اعمالِ قبیحہ کا صلہ ہم کو ملا
ہم مگر اوروں کو الزام دیئے بیٹھے ہیں

تختۂ مشقِ ستم ہم جو بنے ہیں جگ میں
جرم یہ ہے کہ ترا نام لئے بیٹھے ہیں

جیتے جی مرنا کوئی اہلِ وفا سے سیکھے
خالقِ زیست پہ مر مر کے جیئے بیٹھے ہیں

نشۂ جام و سبو عارضی ہوتا ہے اثر
جب ہی ساقی کی نگاہوں سے پیئے بیٹھے ہیں

وعدہ کرو

نہ تم اس سے کچھ بھی زیادہ کرو
فقط شیخ سے استفادہ کرو

کروں گا نہ آزاد آنکھوں کو اب
تم اس عزم کا پھر اعادہ کرو

ارادہ نہ ہونا ہی کافی نہیں
نہیں دیکھنے کا ارادہ کرو

کروں گا نہ خلوت کو اپنی سیاہ
بھری بزم میں آج وعدہ کرو

نہیں ہے اگر دل میں خوفِ خدا
تو کچھ احترامِ لبادہ کرو

قدم سوئے منزل اٹھانا مگر
آخر پہلے تعینِ جادہ کرو

عہد شباب میں

قربان ہو جا پیر پہ عہد شباب میں
کر دے اضافہ عشق و محبت کے باب میں

گر شوق ہے تو بیٹھ کسی اہلِ دل کے پاس
ملتا نہیں یہ دردِ محبت کتاب میں

دوزخ سے قبل مجرمِ عشقِ مجاز کو
جلنا پڑے گا آتشِ دل کے عذاب میں

اس خالقِ بہشت کو ناراض جو کرے
گزرے نہ اس کی زندگی کیونکر عذاب میں

مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں وہ پردیس کی طرف
وہ شہ سوار پاؤں ہیں جن کے رکاب میں

اہلِ خرد بھی ہوش گنوا بیٹھتے اخترؔ
ہوتا نہ گر وہ حسن کا خالق حجاب میں

کھٹک

گناہ وہ ہے ترے دل کو جو کھٹک جائے
جسے تو کرنے سے پہلے ذرا جھجک جائے

خیال ہو کہ کوئی دیکھ تو نہیں لے گا
کسی کی پاؤں کی آہٹ سے بھی ٹھٹک جائے

مجاہدات کی ہانڈی میں شے جو پک جائے
پھر اس کی خوشبو بھلا کیوں نہ دور تک جائے

چھپائی بوئے مئے عشق کب تلک جائے
سرورِ قلب نگاہوں سے گر چھلک جائے

بہارِ عشقِ حقیقی وہ پا نہیں سکتا
دیارِ عشقِ مجازی میں جو بھٹک جائے

مجاز کے خس و خاشاک کو جلادے گی
یہ آگ عشقِ حقیقی کی گر بھڑک جائے

عقلمندی کا تقاضا

دل نہ پہلو سے نکلنے کی شکایت کرتے
کاش ہم لوگ نگاہوں کی حفاظت کرتے

بے وفائی کا گلہ سنگ سے کرنا ہے عبث
چین مقصود تھا تو عشقِ بتاں مت کرتے

نفس کی آفت و شر سے جو بھی پاتے نجات
پھر مناسب تھا کہ اظہارِ شرافت کرتے

عقلمندی کا تقاضا بھی یہی تھا اے دوست
مرنے والوں پہ نہ مرنے کی حماقت کرتے

اب تو کچھ محسنِ اصلی کا کہا بھی مانو
اک زمانہ ہوا دشمن کی اطاعت کرتے

دیکھ لیتے وہ اگر جلوۂ جاناں کی بہار
میرے حالات پہ احباب نہ حیرت کرتے

تب کہیں جانِ تمنا کی رسائی ہوتی
زندگی خونِ تمنا سے عبارت کرتے

رحمتِ حق کی بہاریں کہ متوجہ ہوتیں
گر اثرؔ آپ معاصی کی نہ زحمت کرتے

شوقِ وصالِ یار
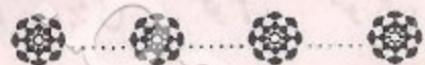
رکھا ہے ہم نے آپ کے غم کو سنبھال کر
مسرور ہیں خوشی کا جنازہ نکال کر

شوقِ وصالِ یار لئے انتقال کر
دنیا کے چھوٹنے کا نہ ہرگز ملال کر

تجھ کو یقین ہے کہ تجھے ہوگی کل نصیب
رکھا ہے کام آج کا جو کل پہ ٹال کر

فکرِ معاش جتنی ہو اتنا ہی ذکرِ حق
منصف مزاج ہے تو ذرا اعتدال کر

ہوگا خدا کے قرب کا خورشید بھی طلوع
آفاقِ دل کو خونِ تمنا سے لال کر

دے گا آخر خدا کی عدالت میں کیا جواب
خلوت میں اپنے دل سے کبھی تو سوال کر

مقامِ حضرتِ اقدس

خوشی قربان کر کے مسکرانا چاہتا ہوں
خدا کے راستے کا غم اٹھانا چاہتا ہوں

نہیں احساس تک باقی رہے مٹنے کا مجھ کو
میں اپنے آپ کو ایسا مٹانا چاہتا ہوں

بہ ایں امید اِس جانب بھی ہو نظر کرم اب
میں دل کو زخمِ حسرت سے سجانا چاہتا ہوں

بھلا میں سیم و زر کی وادیوں کا کب ہوں طالب
فقط تیری محبت کا خزانہ چاہتا ہوں

بس اب پردیس کی تزئین سے اکتا گیا دل
وطن کے واسطے بھی کچھ کمانا چاہتا ہوں

غرض مجھ کو زمانے کے چراغوں سے نہیں ہے
کہ میں خورشید سے نظریں ملانا چاہتا ہوں

فنا کی مجھ پہ جس دن سے حقیقت کھل گئی ہے
انا کے بت کو منہ کے بل گرانا چاہتا ہوں

لغت تعبیر سے عاجز نظر آتی ہے مجھ کو
مقامِ حضرتِ اقدس بتانا چاہتا ہوں

حکایت عشقِ لیلیٰ کی سنی ہو گی سبھی نے
کرامت عشقِ مولیٰ کی دکھانا چاہتا ہوں

اثر حسنِ بتاں سے بے نیازی اس لیے ہے
کسی جانِ ادا کے ناز اٹھانا چاہتا ہوں

رزلٹ آنے سے پہلے

اثر احمق ہے ایسا طالبِ علم
جو شاداں ہو رزلٹ آنے سے پہلے

کوئی پھر کس طرح خوشیاں منائے
جنازہ قبر میں جانے سے پہلے

اب نہ لانا حسنِ ظاہر کا خیال

وقت ہے اُن کیلئے ان کے لئے
گر نہیں فرصت تو محسن کے لئے

اب نہ لانا حسنِ ظاہر کا خیال
زہرِ قاتل ہے یہ باطن کے لئے

جس گھڑی میں رب خفا ہو وہ گھڑی
ہے بڑی منحوس مومن کے لئے
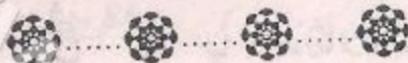
خلد کے بدلے کیا دنیا میں عیش
تو نے گلشن کے عوض تنکے لئے

پھر وہی معشوق نکلا بے وفا
حضرتِ عاشق مرے جن کے لئے

چھوڑ دیں گے ہم کو تنہا قبر میں
چھوڑتے ہیں رب کو ہم جن کے لئے

نیکیاں تو چاہتے ہیں بے شمار
نامِ مولیٰ جب لئے گِن کے لئے

ہوگا جس دن بے سروسامان تو
ہے کوئی سامان اس دن کے لئے

کیا دھرا ہے اے اثرؔ لیلاؤں میں
چھوڑ دوں مولیٰ کو میں ان کے لئے

رسوا نہ کیجے

سب جانتے ہیں آپ تو چرچا نہ کیجے
ستاریت کا واسطہ رسوا نہ کیجے

بے شک عذاب دینے پہ قدرت ہے آپ کو
حلم و کرم دکھایئے ایسا نہ کیجے

حقیقت

شیخ کامل سے جو اجازت پاتا ہے
اکثر اسکا نفس اسے سمجھاتا ہے

آخر کوئی چیز تو ہوں میں بھی ورنہ
ہر کوئی اعزاز یہ کیونکر پاتا ہے

لیکن میرے شیخ کا یہ ارشاد ہے شیخ
حوصلہ افزائی بھی کبھی فرماتا ہے

چوری سے جب باز نہیں وہ آتا ہے
چور کو تھانے دار بنایا جاتا ہے

جب باقی ہے فیصلہ روزِ محشر کا
پھر آخر کس بات پہ تُو اتراتا ہے

ہوتا ہے اس وقت برا رب کے نزدیک
بندہ اپنی آنکھوں کو جب بھاتا ہے

اصل پتہ تو چلتا ہے اس وقت آثر
قبر میں جب انسان کو رکھا جاتا ہے

حسنِ انتخاب

کسی گناہ کو معمولی مت خیال کریں
کہ ہر گناہ میں ہی خاصیت عذاب کی ہے

ہے ہر گناہ سبب دوسرے گناہوں کا
اسی لیے تو ضرورت بھی اجتناب کی ہے

مجھے ریاضتِ پیری کی عظمتیں تسلیم
مگر وہ بات کہ جو عالمِ شباب کی ہے

اسی لیے تو ستارے نظر سے اوجھل ہیں
شعاع شیشۂ دل پر جو آفتاب کی ہے

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسنِ انتخاب کی ہے

ہے باغِ اہلِ صفا میں ہمارے مرشد کی
وہ حیثیت جو چمن میں آثر گلاب کی ہے

حصولِ دولتِ دنیا مرا سوال نہیں
مجھے تو فکر آثر حشر میں جواب کی ہے

نماز پڑھنے سے کیوں بیر ہے

خلوصِ دل سے تو گر طالبِ معافی ہے
خطائے عمرِ گزشتہ کی یہ تلافی ہے
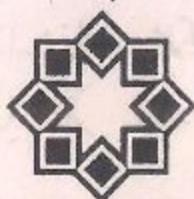
نماز پڑھنے سے کیوں بیر ہے تجھے اے دوست
یہ مسئلہ تو نہیں کوئی اختلافی ہے

ہر اک کے پاس تُو جاتا ہے علم کی خاطر
اثر مرید ہے تُو یا کوئی صحافی ہے

زمانے بھر کے مشائخ سے تجھ کو کیا مطلب
کہ تیرا پیر تری تربیت کو کافی ہے

ظہورِ کشف و کرامات کی حقیقت کیا
رہِ سلوک کے بچوں کے حق میں ثانی ہے

بلا نکاح کئے طے کیا ہے راہِ سلوک
کہ میر اپنے زمانے کا بشرِ حافی ہے۔

۔ جناب سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم

محبت عام کرنا چاہتا ہوں

اپنے مولیٰ کی محبت عام کرنا چاہتا ہوں
گرچہ ادنیٰ ہوں پہ اعلیٰ کام کرنا چاہتا ہوں

دنیا میں محنت مشقت کر رہا ہوں اس لئے میں
جنت الفردوس میں آرام کرنا چاہتا ہوں

مجھ پہ اک ذاتِ حقیقی کی حقیقت کھل گئی ہے
ٹکڑے ٹکڑے اب بتِ اوہام کرنا چاہتا ہوں

چشم و دل نطق و سماعت روح کا پہرہ ہے سب پر
نفس کے ہر وار کو ناکام کرنا چاہتا ہوں

دوسروں سے کیا کروں شکوہ شکایت بے رخی کی
خود کو ہی اب موردِ الزام کرنا چاہتا ہوں

اہلِ دنیا سے مجھے کوئی توقع کس لئے ہو
حاصل اپنے رب سے ہی انعام کرنا چاہتا ہوں

رہبرِ کامل کے بارے میں

میں اتنا جانتا ہوں رہبرِ کامل کے بارے میں
کہ اہلِ کارواں ہیں مطمئن منزل کے بارے میں

بصیرت اہلِ دل کو خالقِ دل ایسی دیتا ہے
بتادیتے ہیں چہرہ دیکھ کر وہ دل کے بارے میں

ہمارے فکر کی پرواز وقفِ دفترِ دنیا
نہیں سوچا تو قبر و حشر کی فائل کے بارے میں

سکونِ دل تو چاہے گر تو ہرگز گفتگو مت کر
کسی رخسار کے رخ پر کسی کے تل کے بارے میں

ذرا خوش رنگ مٹی دیکھی پانی منہ میں بھر آیا
ہماری عقل پر پردہ ہے آب و گل کے بارے میں

بس ایک مشکل کشا سے عرض کردو مدعا اپنا
کسی سے تذکرہ بھی مت کرو مشکل کے بارے میں

اخترؔ گورِ غریباں مجھ کو آئینہ دیکھاتا ہے
میں جب بھی سوچتا ہوں اپنے مستقبل کے بارے میں

اعلانِ دردِ دل

اے خدا باخدا کچھ نہیں
دل میں تیرے سوا کچھ نہیں

دردِ دل کا یہ اعلان ہے
دردِ دل کی دوا کچھ نہیں

ہم کو دنیا ہی مرغوب ہے
ورنہ جنت میں کیا کچھ نہیں

آپ اپنا بنا لیجیے
اور میری دعا کچھ نہیں
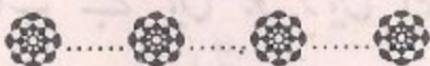
امانت

سکھ معاصی میں مل نہیں سکتا
پھول صحرا میں کھل نہیں سکتا

میرے مالک کی یہ امانت ہے
دے میں اوروں کو دل نہیں سکتا

طریقِ اولیاء

طریقِ اولیاء ہے یہ ولایت کی نشانی ہے
محبت بانٹنا اہلِ محبت کی نشانی ہے

مقابل شیخ کے بیباک ہو جانا نہیں اچھا
ترا مرعوب ہو جانا ہی عظمت کی نشانی ہے

پسِ پردہ نظر آتا ہے ہر ہر شے میں اک محجوب
تمام عالم مرے مولیٰ کی قدرت کی نشانی ہے

کسی پر آئے غصہ جب رہے پھر یاد لاتغضب
یہی مومن کا ہے مذہب یہ نسبت کی نشانی ہے

یہ ناقص عقل والی عقلِ کامل کو اڑاتی ہیں
فدا ہونا حسینوں پر حماقت کی نشانی ہے

جو قابل ہیں وہ اپنے آپ کو قابل نہیں کہتے
لیاقت کا چھپانا ہی لیاقت کی نشانی ہے

کوئی خوش قامت آئے گر تو ہو پہرہ نگاہوں پر
یہی تو سب سے بڑھ کر استقامت کی نشانی ہے

نوافل اور وظائف کی جو کثرت ہے سر آنکھوں پر
مگر ترکِ معاصی ہی ولایت کی نشانی ہے

میں ہر ہر سانس اپنی آرزو کا خون کرتا ہوں
یہ میرے جذبہء شوقِ شہادت کی نشانی ہے

ترا ہر ہر بیاں اک ایک مضموں اور ہر ملفوظ
فصاحت کی علامت ہے بلاغت کی نشانی ہے

جو اک ذرہ مثالِ مہر ہے دنیا کی آنکھوں میں
یہ شیخِ وقت کی چشمِ عنایت کی نشانی ہے

کسی کو ذکر بتلایا نہ استعداد سے بڑھ کر
ترا اندازِ حکمت خود بصیرت کی نشانی ہے

اثر اعمالِ ظاہر کا اثر پڑتا ہے باطن پر
نگاہوں کا وضو دل کی طہارت کی نشانی ہے

کسی کو نیکیوں کی دھن کوئی مولیٰ کا طالب ہے
کہیں پر عقل حاوی ہے کہیں پر عشق غالب ہے

گو نشیند با حضورِ اولیاء

جس کو یہ آرزو ہو کہ بیٹھے خدا کے ساتھ
اس کو یہ چاہیئے کہ رہے اولیاء کے ساتھ

کھاتا ہے زہر بھی وہ مقوی غذا کے ساتھ
عادی ہے جو گناہ کا ذکرِ خدا کے ساتھ

اصحاب کو نجومِ ہدایت کہیں نہ کیوں
گزری جب انکی زندگی شمس الضحیٰ ﷺ کے ساتھ

دی نسبتِ اویسؒ کی سرکار ﷺ نے خبر
خوشبو یمن سے آئی جو بادِ صبا کے ساتھ

صدیق کے جو ساتھی ہیں اقطاب کیوں نہ ہوں
اصحاب بنتے ہیں جو رہیں انبیاء کے ساتھ

ہیں مرتبے میں درجہء احساں سے بھی بلند
ہر حال میں جو رہتے ہیں صبر و رضا کے ساتھ

ہرجائیت کے زہر کا تریاق ہے یہی
کچھ دن تو رہ کے دیکھ لو اہلِ وفا کے ساتھ
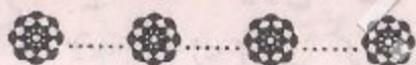
اپنی عطا کی بارشیں کردے مرے کریم
حاضر ہوں ترے در پہ ہجومِ خطا کے ساتھ

طوفاں کے رخ کو موڑنا انکا مذاق ہے
چلتے نہیں ہیں اہلِ محبت ہوا کے ساتھ

کارِ جہاں محال ہے اسباب کے بغیر
عزمِ دوا بھی چاہیئے حرفِ دعا کے ساتھ

مردوں کی خود ہی شرم سے آنکھیں نہ اٹھ سکیں
بہنیں اگر حجاب سے نکلیں حیا کے ساتھ

باغِ رہِ سلوک میں ممکن نہیں اثر
حاصل فنا کا پھول ہو خارِ انا کے ساتھ

قطعہ

بیٹھے بٹھائے خود کو نہ دل گیر کیجئے
رختِ سفر تو باندھیئے تدبیر کیجئے

منزل نہ مل سکے گی بلا پیروی کئے
لاکھ اسوۂ رسول ﷺ پہ تقریر کیجئے

نظر کی کرامت

حسنِ بتاں سے خود کو بہت دور کردیا
مجھ کو خدا کے عشق نے مجبور کردیا

آنکھوں نے دی گواہی وتعزُ من تشاء
گمنام ہونے والوں کو مشہور کردیا

اے دوست انکی راہ کا غم بھی عجیب ہے
جس نے غمِ حیات کو کافور کردیا

بے کیف ہوگیا تھا تغافل سے دل مگر
ذکرِ خدائے پاک نے مسرور کردیا

صرفِ نظر کیا تو حسینوں نے یوں کہا
کیا شے ہے جس نے آپ کو مغرور کردیا

بعد از گناہ مرہمِ توبہ نہ رکھ سکے
یوں اپنے زخمِ روح کو ناسور کردیا

اپنی طرف بتوں نے بلایا بہت مگر
حکمِ خدا سے شیشہ ء دل چور کردیا
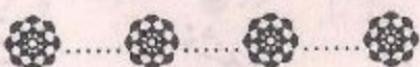
ساقی کی اک نظر کی کرامت تو دیکھیے
دل کو شرابِ عشق سے مخمور کر دیا

روحانیت پہ موت برس جائے گی اثر
گر نفس کا مطالبہ منظور کر دیا

تو کیا اللہ کا بندہ نہیں ہے

جہاں میں عشق سا دھندہ نہیں ہے
کہ اس بیوپار میں مندہ نہیں ہے

نہ کی اصلاح اپنے حال کی گر
تو مستقبل درخشندہ نہیں ہے

غلامِ نفس سے پوچھے تو کوئی
تو کیا اللہ کا بندہ نہیں ہے

جو اپنی پارسائی پر ہے نازاں
تو اس جیسا کوئی گندا نہیں ہے

مری نیند اُڑ گئی

آیا ترا خیال مری نیند اڑ گئی
اے پیکرِ جمال مری نیند اڑ گئی

ہے عشق کا کمال مری نیند اڑ گئی
رکھا نہ اعتدال مری نیند اڑ گئی

راتوں کو اب تو جاگنا مشکل نہیں رہا
سونے کا کیا سوال مری نیند اڑ گئی

میں ہوں تصورات کے ان رتجگوں میں خوش
اس کا نہیں ملال مری نیند اڑ گئی

جس دن سے تیرے غم کا خزانہ مجھے ملا
ایسا ہوا نہال مری نیند اڑ گئی

اسی پہ در گزر فرمادے ربِّ ذوالمنن مجھ سے
کہ تیرے نیک بندے نے کیا ہے حسن ظن مجھ سے

نصیحت

یاد رکھنا یہ نصیحت دیکھنا غفلت نہ ہو
ورنہ پھر روزِ جزا خجلت نہ ہو حسرت نہ ہو

خود کو ہم مصروف رکھیں اسقدر طاعات میں
نفس و شیطاں کیلئے ہم کو ذرا فرصت نہ ہو

باوجودِ روشنی گاڑی رکے ایندھن بغیر
فیض کیا پہنچے جہاں پر علم ہو صحبت نہ ہو

فکر ہو جائے جو اپنی ذات کی اصلاح کی
دوسروں پر تبصرہ تہمت نہ ہو غیبت نہ ہو

خالقِ گلشن اگر اپنی نگاہیں پھیر لے
گل نہ ہو خوشبو نہ ہو رنگت نہ ہو نکہت نہ ہو

آبشارِ نورِ سنت اس قدر برسایئے
راہِ حق میں دور تک تاریکیٔ بدعت نہ ہو

حاکمِ اعلیٰ بھی ہیں وہ اور حکیمِ بے مثال
غیر ممکن ہے کہ انکے حکم میں حکمت نہ ہو

نفس و شیطان کے محاذِ جنگ پر ڈٹ کر تو دیکھ
غیر ممکن ہے جہانِ غیب سے نصرت نہ ہو

خوش گمانِ آب و گِل ہو بد گمانِ اہلِ دل
آدمی سب کچھ ہو لیکن اتنا بدقسمت نہ ہو

باوجودِ شیخِ کامل تزکیہ ممکن نہیں
جب تلک ان کی مشیت فضل اور رحمت نہ ہو

غائبانہ ذکرِ مرشد سے بھلا سیری کہاں
بندۂ ناچیز جب تک حاضرِ خدمت نہ ہو

کس طرح روشن ہو پھر حمامِ تقویٰ اے اثرؔ
نفس میں موجود جب تک آتشِ شہوت نہ ہو

خون کا سمندر

جگر زخمی ہے سینہ زیرِ خنجر لے کے آیا ہوں
میں تیرے واسطے اک قلبِ مضطر لے کے آیا ہوں

پیالہ خم نہیں نہریں نہیں دریا نہیں یارب
ترے دربار میں خوں کا سمندر لے کے آیا ہوں

غذائے اولیاء

یہی تو مقتضائے اولیاء ہے
غمِ تقویٰ غذائے اولیاء ہے

معاصی کا گزر ممکن ہو کیونکر
کہ غفلت بھی خطائے اولیاء ہے

رکھیں ہر سانس اپنے رب کو راضی
یہی تو منتہائے اولیاء ہے

ہماری جاں تصدق اہلِ دل پر
ہمارا دل فدائے اولیاء ہے

وہاں پائے گا انعامِ شفاعت
یہاں جو آشنائے اولیاء ہے

مرا مرنا خدا کے عاشقوں میں
مرا جینا برائے اولیاء ہے

یقیناً منزلِ مولیٰ ملے گی
کہ ہاتھوں میں ردائے اولیاء ہے

مری پرواز کا کیا پوچھتے ہو
مجھے حاصل فضائے اولیاء ہے

ولایت ہے بڑے لوگوں کا منصب
اثرؔ تو خاکِ پائے اولیاء ہے

زہے قسمت میں اس کا مقتدی ہوں
اثرؔ جو مقتدائے اولیاء ہے

قطعہ

جو پردے سے رہائی دے رہا ہے
وہ درسِ بے حیائی دے رہا ہے
کہیں مشرق کو لے ڈوبے نہ مغرب
مجھے ایسا دکھائی دے رہا ہے

قلب کا قبلہ

دل ہی پہلو میں مچل جائے تو پھر
قلب کا قبلہ بدل جائے تو پھر

وسعتِ نظری سر آنکھوں پر مگر
آدمی حد سے نکل جائے تو پھر

خوش گمانی نفس سے جائز نہیں
آستیں میں سانپ پل جائے تو پھر

فرض ہے جائے معاصی سے فرار
ہاتھی کیچڑ میں پھسل جائے تو پھر

ایک چنگاری کو کم مت جانیے
بڑھتے بڑھتے گھر ہی جل جائے تو پھر

دل کو توڑ دیتے ہیں

جو اہلِ دل ہیں گناہوں کو چھوڑ دیتے ہیں
خدا کا حکم نہیں دل کو توڑ دیتے ہیں

سرورِ قربِ خدا کی جنہیں تمنا ہے
شرابِ خونِ تمنا نچوڑ دیتے ہیں

ثنائے خلق کی دولت انہیں کو ملتی ہے
جو اپنا رابطہ خالق سے جوڑ دیتے ہیں

وہ جن کی روح کو حاصل ہوئی قوی نسبت
ہوائے نفس کی گردن مروڑ دیتے ہیں

جنہیں عزیز ہے تحصیل اک گلِ تر کی
وہ اب بھی سارے گلستاں کو چھوڑ دیتے ہیں

وہی ہیں عکسِ جمالِ حبیب کے مظہر
اثرؔ جو آئینہء دل کو توڑ دیتے ہیں
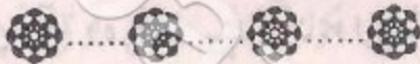
حجاجِ کرام سے خطاب

کسی اللہ والے سے تعلق جب نہیں ہوتا
تو کعبے میں بھی بندہ آشنائے رب نہیں ہوتا

وہ بیت الرب کے چکر تو لگاتا ہے مگر اے دوست
بوجہِ فسق رب البیت کا اقرب نہیں ہوتا

وہ صالح بن نہیں سکتا کبھی الحاج ہو کر بھی
جسے اصلاح سے اپنی کوئی مطلب نہیں ہوتا

جو رویا ملتزم پر تھا وہ ہنستا ہے گناہوں میں
جو حاجی بن کے آیا ہے ولی کیوں اب نہیں ہوتا

عرب میں متقی تھا جب عجم میں کیا ہوا ہے اب
جگہ ہے کوئی ایسی بھی جہاں پر رب نہیں ہوتا

وہاں شیطان کو مارا یہاں پر نفس کو ماریں
جہادِ نفس دنیا میں کہاں اور کب نہیں ہوتا

امیدِ مغفرت پر جراتِ عصیاں حماقت ہے
شریف النفس بندوں کا تو یہ مشرب نہیں ہوتا

وہ خالق ہے خوشی کا جو اسے ناراض کرتا ہے
وہ زندہ دل نہیں ہوتا وہ خندہ لب نہیں ہوتا

کریں خود نیکیاں اور دوسروں کو بھی بنائیں نیک
جو اوروں کو پلاتا ہے وہ تشنہ لب نہیں ہوتا

زیارت اپنے گھر کی اب آثر کو بھی کرا ہی دے
کروں کیا مجھ سے جب برداشت ہی یارب نہیں ہوتا

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ارشاد وصیت کیلئے
موت کا دھیان ہی کافی ہے نصیحت کیلئے

دنیا مرے آگے

جس دن سے کھلی عظمتِ عقبیٰ مرے آگے
اک سائے کی مانند ہے دنیا مرے آگے

ہے جب سے ترے حسن کا جلوہ مرے آگے
کیا کیجئے کوئی نہیں جچتا مرے آگے

اب نفس کی خواہش پہ بھلا کیسی توجہ
ہر آن ہے جب مرضیِ مولیٰ مرے آگے

میں جان ہتھیلی پہ لئے ان پہ فدا ہوں
پھر ترکِ معاصی ہے بھلا کیا مرے آگے

کب تک تو مری آنکھ سے اوجھل ہی رہے گا
اک بار تو اے جانِ جہاں آ مرے آگے

واقف ہوں ترے ضعف سے اے دلہنِ فانی
لے راہ نہ اٹھکھیلیاں دکھلا مرے آگے

اس جانِ تمنا پہ مری جان فدا ہے
کیا چیز ہے اب خونِ تمنا مرے آگے
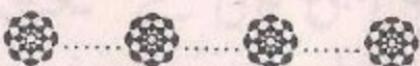
اب کیا مری آنکھوں میں رہے حسن کی قیمت
رکھا ہے ترے عشق کا سودا مرے آگے

آنکھوں میں سمایا ہے یہاں حسن کا خالق
مٹی کے کھلونوں کو نہ بکھرا مرے آگے

مجحوب ہوں میں اپنے گناہوں کی بدولت
موجود ہے وہ جانِ تمنا مرے آگے

اک خضر سی صورت پہ ہے انگشت نمائی
اٹھا ہے تقدس کا جنازہ مرے آگے

کہتے ہیں جسے رشک چمن حاصلِ گلشن
ہر وقت ہے وہ پھول سا چہرہ مرے آگے

کسی اللہ والے کا جو دامن ہاتھ آجائے
تو اک گل ہی نہیں گلشن کا گلشن ہاتھ آجائے

خود ہی منزل نے پکارا ہے طلب گاروں کو

اہلِ دل دل سے لگاتے ہیں ترے خاروں کو
گل و گلزار سمجھتے ہیں وہ انگاروں کو

حق پرستی کے لئے جاں سے گزر جاتے ہیں
تو نے دیکھا ہی نہیں حق کے پرستاروں کو

دین پہ چلنا ہے یوں رہبرِ کامل کے بغیر
جیسے رکھتا ہو کوئی ہاتھ میں انگاروں کو
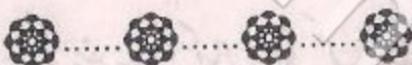
قابلِ پیار ہیں بس پیارے نبی ﷺ کے پیرو
پیار سے کوئی بتائے تو میرے پیاروں کو

تو ہی بتلا کہ ترے بندے کہاں جائیں گے
تو اگر منہ نہ لگائے گا خطاکاروں کو

اہلِ دل ہم کو حقارت سے نہیں دیکھتے ہیں
قابلِ رحم سمجھتے ہیں گناہگاروں کو

دین کی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے انہیں
صرف دنیا سے سروکار ہے بیچاروں کو
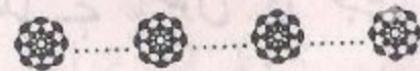
عشقِ مولیٰ سے بدل جائے گا عشقِ لیلیٰ
رشکِ رومی جو ملے عشق کے بیماروں کو

جان دے دیں گے مگر ساتھ نہیں چھوڑیں گے
بے وفائی نہیں آتی ہے وفاداروں کو

ہے خردمند تو خود اپنے گریباں میں جھانک
آئینہ یوں نہ دکھا آئینہ برداروں کو

اس کو کہتے ہیں اثر صدقِ طلب کا اعجاز
خود ہی منزل نے پکارا ہے طلب گاروں کو

جو ایک آہ بھی اپنی قبول ہو جائے
تمام عمر کی محنت وصول ہو جائے

زندگی چین سے گزارے گا

خواہشِ نفس کو جو مارے گا
زندگی چین سے گزارے گا

اس کی دنیا بھی دلنشیں ہو گی
اپنی عقبیٰ کو جو سنوارے گا

اس پہ بندے نہ کیوں فدا ہونگے
جان اللہ پر جو وارے گا

اس سے دریافت کرنا شان اپنی
جو تجھے قبر میں اتارے گا

جستجوئے راہِ طلب

تو جستجوئے راہِ طلب دوست لاکھ کر
لیکن ذرا قدم کو بڑھا دیکھ بھال کر

ہر سمت روشنی ہی نظر آئے گی تجھے
گر خونِ آرزو کو جلا کرکے راکھ کر

عشق کی کرامت

علم ہے نہ حکمت ہے زور ہے نہ طاقت ہے
عقل دل کے تابع ہے عشق کی کرامت ہے

دل خدا کا گھر ہے جب دل میں غیر آئے کیوں
دل کو دل بنانا ہے اہلِ دل کی صحبت سے

اک نظر نے ساقی کی کیا سے کیا کیا مجھ کو
میں خود اپنی حالت کو دیکھتا ہوں حیرت سے

پائے گا یقیناً وہ قرب ربّ کعبہ کا
شیخ کو جو دیکھے گا اک نظر محبت سے

جس کو شوق ہو بیٹھے عاشقانِ حق کے پاس
عشقِ حق تو ملتا ہے عاشقوں کی صحبت سے

معرفت کی کانیں تو اہلِ معرفت ہی ہیں
معرفت نہیں ملتی کثرتِ عبادت سے

لفظ خود صحابی کا ہے اثرؔ دلیل اس کی
دین جگ میں پھیلا ہے اہلِ دیں کی صحبت سے

حُبِّ شیخ کی نعمت اے اثرؔ زہے قسمت
دل میں بس گئی صورت مستقل زیارت سے

پلٹ کر نہیں دیکھا

زنجیرِ روایات سے کٹ کر نہیں دیکھا
اسلاف کی دہلیز سے ہٹ کر نہیں دیکھا

جس دن سے اٹھایا ہے قدم جانبِ منزل
صد شکر کبھی ہم نے پلٹ کر نہیں دیکھا

ہر آن رہی پیشِ نظر اپنی ہی صورت
ہم نے کبھی آئینہ پلٹ کر نہیں دیکھا

کیا جانے بھلا لذتِ فریادِ مسلسل
جس نے تری چوکھٹ سے چمٹ کر نہیں دیکھا

وہ جیب و گریباں کو کرے چاک بھی کیسے
جس نے ترے دامن سے لپٹ کر نہیں دیکھا

ورنہ تو ہمیں ڈھونڈنے منزل چلی آتی
ہم نے ہی اثرؔ راہ میں ڈٹ کر نہیں دیکھا

قربِ خدا کا جام

حقیقت میں وہی قربِ خدا کا جام لیتا ہے
کسی اللہ والے کا جو دامن تھام لیتا ہے
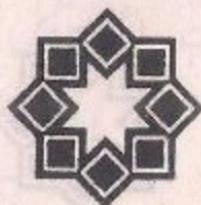
تو اسکی کیفیت پر اہلِ عشرت رشک کرتے ہیں
جو اپنے دل میں لطفِ حسرتِ ناکام لیتا ہے

فدا کرتا ہے مولیٰ پر جو آنکھوں کی مٹھاس اپنی
حلاوت کا وہ اپنے قلب میں انعام لیتا ہے

خدا نے جب بلایا تھا بتوں کے پاس جاتا تھا
بتوں نے جب ستایا تو خدا کا نام لیتا ہے

گزرتا ہے دیارِ حسن سے جب عشق کا مارا
تو دل پر چوٹ لگتی ہے جگر کو تھام لیتا ہے

کسی محبوبِ فانی کو نہیں دیتا ہے دل اپنا
اختر اس باب میں ہوش و خرد سے کام لیتا ہے

فتح و ظفر کا دروازہ

جو تجھ کو دوست بنائے گا فیل بان تو پھر
وسیع خود ہی کرے گا وہ گھر کا دروازہ

ہو جن کے دل میں خزانہ خدا کی قربت کا
وہ بند رکھتے ہیں اپنی نظر کا دروازہ

درِ سلوک متنفس ہے صرف ان کے لئے
جو کھولتے ہیں اگر کا مگر کا دروازہ

دلِ فقیر مکان خدائے زر ہے اب
کھلے کھلے نہ کھلے مال و زر کا دروازہ

عجب کیف کا عالم ہے خانۂ دل میں
کھلا ہے جب سے مری چشمِ تر کا دروازہ

رہے جو جہد مسلسل کا بن کے خوگر تو
کھلے گا ایک دن فتح و ظفر کا دروازہ

نصیحتیں تو شب و روز سن رہا ہے مگر
اثر پہ بند ہے شاید اثر کا دروازہ

جذب پنہاں

حقیقت ہے وہی رہرو خوشی منزل کی پاتا ہے
جو ساری عمر ان کے راستے کا غم اٹھاتا ہے
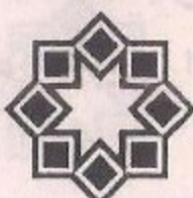
اِدھر بندہ جو اک بالشت بھی خود کو بڑھاتا ہے
اُدھر مولیٰ بھی خود اک باہ پھر نزدیک آتا ہے

ادھر بندہ اگر ان کی طلب میں چل کے جاتا ہے
اُدھر سے دوڑ کے مالک بھی اس کی سمت آتا ہے

جو بندہ دوڑ کر اپنے خدا کی سمت جاتا ہے
خدا آغوشِ رحمت میں اسے بڑھ کر اٹھاتا ہے

ترقی اور جب کرتا ہے بندہ پھر تو وہ مالک
خود اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھیں بنتا جاتا ہے

مجھے لگتا ہے شاید جذبِ پنہاں اس کو کہتے ہیں
وہ اتنے یاد آتے ہیں اثر جتنا بھلاتا ہے

کلیجہ منہ کو آتا ہے

کوئی عاشق مزاج اپنی نظر کو جب بچاتا ہے
تو آرے دل پہ چلتے ہیں کلیجہ منہ کو آتا ہے

رہِ محبوب کے تو قید خانے بھی احب ہیں دوست
تو انکے راستے کے پیچ و خم سے کیا ڈراتا ہے

مانا راہ حق میں غم تو آتے ہیں پر عاشق کو
تجلی جب نظر آتی ہے ہر غم بھول جاتا ہے

اگر ہے عشق کا دعویٰ تو پھر دل بھی بڑا رکھنا
کہ ہر محبوب اپنے عاشقوں کو آزماتا ہے

فقد اذنتہ بالحرب کا اعلان بھی سن لے
کسی اللہ والے کا جو کوئی دل دکھاتا ہے

کبھی محبوب کا شکوہ زباں پر لا نہیں سکتا
کہ عاشق تو ہمیشہ زخم کھا کر مسکراتا ہے

زہے قسمت کہ انکی یاد ایسی بس گئی دل میں
اثر بھولے سے بھی انکو بھلانا بھول جاتا ہے

اشارہ اس حدیث قدسی کی طرف ہے جس میں اعلان باری ہے "جو میرے ولی سے عداوت رکھے اس سے میر اعلان جنگ ہے۔"

تجزیہ

کالج و اسکول نے اہلِ وطن کو کیا دیا
جنسی میلانات کے طوفان کو رستہ دیا

نفرتوں کے بیج بوئے بغض کو پھیلا دیا
غیر کا کلچر کلاشنکوف کا توشہ دیا

درسگاہوں میں سیاست کا ہوا بازار گرم
نونہالانِ وطن کو راہزن ٹھہرا دیا

بچ رہے تھے جو برائی کے اندھیروں سے انہیں
کام سے بدظن کیا اور کھیل میں الجھا دیا

میڈیا پر بھی رہے قابض اسی طبقے کے لوگ
ایسی عریانی کہ گھر کو سینما بنوا دیا

ماؤں بہنوں کے سروں سے چادریں تک کھینچ لیں
بنتِ حوا کو ترقی کا فریب ایسا دیا

کر دکھایا خوشنما آزادیٔ نسواں کا خواب
چار دیواری سے یوں اسٹیج پر پہنچا دیا

حکمراں ایسے دیئے جو ملک سے مخلص نہ تھے
رہنما بن کر جنہوں نے قوم کو دھوکہ دیا

کارنامہ یہ فقط دینی مدارس ہی کا ہے
جن کے پروانوں نے اپنی جاں کا نذرانہ دیا

بند باندھا مغربی تہذیب کے سیلاب پر
آبشارِ نورِ ایماں فکر پر برسا دیا

جنگِ آزادی سے لے کر تا محاذِ کارگل
دشمنانِ دین و ملت کو سبق سکھلا دیا

دیکھا دنیا نے تماشا روس کی رسوائی کا
چند لاکھ افغانیوں نے جب اسے بکھرا دیا

اب کھٹکتا ہے وہی آنکھوں میں تنکے کی طرح
محوِ حیرت ہے کہ کیسے جل اٹھا ٹوٹا دیا

جو مثالِ اہلِ حق روشن ہو طوفانوں کے بیچ
کوئی دکھلائے تو بزمِ دہر میں ایسا دیا

گو اثر اس باب میں تھی حاجتِ بحثِ طویل
مختصر الفاظ میں ناچیز نے سمجھا دیا

اصلاحی نظمیں

تو جو حیلہ بناتا ہے حالات کا
میں تو قائل نہیں ان خیالات کا
تجھ کو شاید کہ ہے علم اس بات کا

اہلِ دل خود بناتے ہیں اپنا جہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

سُوئے دشت و دمن تارکِ سائباں
تُو چلا ہے کہاں چھوڑ کر گلستاں
کیوں تجھے راس آئی ہے فصلِ خزاں

تُو جدھر ہے رواں خار ہیں بس وہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

بال انگریز جیسے کٹائے ہوئے
مونچھ حد سے زیادہ بڑھائے ہوئے
اور داڑھی کو بالکل منڈائے ہوئے

کیا مسلمان کے ہے یہ شایانِ شاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

کب تلک دارِ فانی کے عیش و طرب
ختم کب ہوگی آخر یہ تاریک شب
روشنی میں آ اور خود کو پہچان اب

تجھ کو شاید کہ مل جائے اپنا نشاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تُو حسینوں کے چکر میں پھرتا ہے کیوں
تجھ کو ہرگز ملے گا نہ اس میں سکوں
تجھ کو برباد کر دے گا تیرا جنوں

ہے ترے سامنے ذلتوں کا کنواں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تجھ کو دیتا ہوں اللہ کا واسطہ
ترک کر اب تو تجویزِ خود ساختہ
تُو نے اپنا لیا غیر کا راستہ

تجھ کو بننا تھا اسلام کا پاسباں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تُو جو سامان کرتا ہے کل کے لئے
یہ بھی سوچا کبھی ایک پل کے لئے
کچھ رکھا بھی ہے وقتِ اجل کے لئے

یا فقط پیاس اور یاس و محرومیاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

میں نے مانا ابھی تُو معمر نہیں
موت کا وقت لیکن مقرر نہیں
دارِ فانی ہے رستہ کوئی گھر نہیں

تُو مسافر ہے دنیا ہے اک سائباں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

اونچے اونچے محل جو بنائے ہیں یہ
گھر نہیں در حقیقت سرائے ہیں یہ
ہرگز اپنے نہیں ہیں پرائے ہیں یہ

بعد تیرے کوئی اور ہوگا یہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

بیٹھکوں میں نہ یوں وقت برباد کر
نفس کی قید سے خود کو آزاد کر
اپنے خلاق کو بھی کبھی یاد کر

دیکھ تجھ پر ہے وہ کس قدر مہرباں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

وقت ٹی وی بنا پاس ہوتا نہیں
دور سر سے یہ خنّاس ہوتا نہیں
تجھ کو غفلت کا احساس ہوتا نہیں

کہیں ایسا نہ ہو پھٹ پڑے آسماں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

میں نے مانا کہ گانوں میں بھی ہے کشش
عاشقی کے فسانوں میں بھی ہے کشش
پر بتا کچھ اذانوں میں بھی ہے کشش

تجھ کو آواز دیتا ہے رب جہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تجھ کو شاید کہ یہ بات معلوم ہے
ٹخنے ڈھکنا شریعت میں مذموم ہے
نظرِ رحمت سے وہ شخص محروم ہے

جس کے ٹخنے رہیں پائنچوں سے نہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

داڑھی رکھنا یہ مانا ہے مشکل مگر
روزِ محشر یہ آقا ﷺ نے پوچھا اگر
میری صورت میں کیا نقص آیا نظر

کیا کہے گا جواباً بتا تُو وہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تُو جو حیلہ بناتا ہے حالات کا
میں تو قائل نہیں ان خیالات کا
تجھ کو شاید کہ ہے علم اس بات کا

اہلِ دل خود بناتے ہیں اپنا جہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

کرتا دنیا کی ہر بات میں پہل ہے
دین کی بات آئے تو نا اہل ہے
کارِ دنیا ترے واسطے سہل ہے

اتباعِ شریعت ہے بارِ گراں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

یہ بجا ہے کہ ابلیس مردود ہے
وہ مگر وسوسوں تک ہی محدود ہے
اور ترے پاس تو عقل موجود ہے

تیرے اندر ہے ادراکِ سود و زیاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

امتِ مسلمہ پر تو بن آئی ہے
اور تُو گیند بلے کا شیدائی ہے
تجھ پہ کیوں اس قدر بے حسی چھائی ہے

کیوں نہیں لیتا ہاتھوں میں تیر و کماں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

خود کو محفوظ کر کوئی دیوار اٹھا
اب بہت ہو چکی اب تو ہتھیار اٹھا
یہ بھی سنت ہے ہاتھوں میں تلوار اٹھا

ورنہ مٹ جائے گا تیرا نام و نشاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

مثلِ کرگس نہیں بازِ شاہی ہے تُو
سچ یہ ہے دینِ حق کا سپاہی ہے تُو
اہلِ باطل کے حق میں تباہی ہے تُو

آگے بڑھ ٹوٹ پڑ مثلِ برقِ تپاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

ہے توکل ترا صرف اللہ پر
نقشِ پائے نبوت تری رہگزر
ابنِ قاسم و ٹیپو ترے راہبر

سوئے منزل رواں ہے ترا کارواں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

رب کی نصرت ترے ساتھ ہے بالیقیں
جان کی اس لئے تجھ کو پروا نہیں
تیرا مسکن ہے دراصل خلدِ بریں

تیری مشتاق ہیں کب سے حورِ جناں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

راہِ سنت پہ چلنے کی کوشش تو کر
زیست کا رخ بدلنے کی کوشش تو کر
گر رہا ہے سنبھلنے کی کوشش تو کر

تیری محنت نہیں جائے گی رائگاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

میں بتاؤں تری خستہ حالی کا حل
نفس و شیطان کے جال سے اب نکل
چھوڑ کانٹوں کا ماحول گلشن کو چل

لطف دونوں جہانوں کا پائے جہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تُو مری مان لے کجروی چھوڑ دے
یہ جو پیمانہ غفلت کا ہے توڑ دے
اب تو آخر زندگانی کا رخ موڑ دے

اب ہو تیری جبیں واقفِ آستاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

توبہ کا دروازہ

ارے انساں تجھے کیا ہو گیا ہے
تُو ردّ و کد میں آخر کیوں کھڑا ہے
بہت رحمٰن ہم سب کا خدا ہے
تُو کیوں مایوسیوں میں مبتلا ہے

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

نہیں ہرگز نہیں یہ بے حیائی
ترے توبہ سے خوش ہو گی خدائی
گھٹائے نا اُمیدی جب بھی چھائی
جنابِ حق سے یہ آواز آئی

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

تُو توبہ سے نہ ہو بددل نہ گھبرا
رہا اب تک اگر غافل نہ گھبرا
سکوں ہو گا تجھے حاصل نہ گھبرا
تجھے مل جائے گی منزل نہ گھبرا

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

یہ مانا تجھ میں ہے جوشِ جوانی
حقیقت تجھ کو لگتی ہے کہانی
یہ ہے دراصل غفلت کی نشانی
ابھی سر سے نہیں گزرا ہے پانی

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

معاصی ہوگئے تجھ سے جہاں پر
تو کچھ نیکی بھی کرلے تُو وہاں پر
ترا بھی ذکر ہوگا آسماں پر
جبیں رکھ دے تُو اُنکے آستاں پر

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

اثرؔ جاگو بھی اب آنکھیں تو کھولو
معاصی کو نہ تم رحمت سے تولو
سیاہی دل کی سب اشکوں سے دھولو
ندامت سے گناہوں پر جو رولو

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

تو ظاہراً تو پھول ہے
باطناً ببول ہے
آنکھوں میں جھونکے دھول ہے
یہ فلسفہ فضول ہے
محیر العقول ہے
تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

سر پر ترے انگریزی بال
سنت سے خالی تیرے گال
سمجھا ہے تو اسے جمال
ہے خام تیرا یہ خیال
یہ صرف تیری بھول ہے
تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

مانا غمِ فراق ہے
یہ دوری تجھ پہ شاق ہے
طیبہ کا اشتیاق ہے
لیکن یہ کیا مذاق ہے
فساق میں شمول ہے
تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

حرص و ہوس کی پیاس ہے
گناہ تجھ کو راس ہے
عیسائیوں سی شکل ہے
انگریز سا لباس ہے

منافقت اصول ہے
تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

ناواقفِ فنا ہوا
سر کبر سے تنا ہوا
پجاریٔ انا ہوا
فرعون ہے بنا ہوا

ناقابلِ قبول ہے
تو عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مانا کہ تُو شریف ہے
ہر ظلم کا حریف ہے
پر اسکو کیا کریں بھلا
حد درجہ تو نحیف ہے

اب عشق خود ملول ہے
تو عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مدحت سرائی خوب کر
نعتیں بھی خوب لکھ مگر
کرتا ہوں قصہ مختصر
گر پاس تیرے اے اثر

حسنِ عمل کا پھول ہے
تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

پردیس میں ذکرِ وطن

یہ جہاں چھوڑ کر ہم کو جانا ہے جب
اور اللہ کو منہ دکھانا ہے جب
پھر بدل لیجئے آپ اپنا چلن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

کب یہ دنیا بنی ہے بقا کے لئے
دل نہ اس سے لگائیں خدا کے لئے
یہ ہے دھوکے کا گھر یہ ہے دار المحن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

اک نہ اک دن اگر ہم تو مر جائیں گے
دارِ فانی سے جب کوچ کر جائیں گے
ساتھ کچھ بھی نہ ہوگا سوائے کفن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

قبر میں جب یہ میت اتر جائے گی
ساری مخلوق پھر اپنے گھر جائے گی
کوئی ساتھی نہ ہوگا نہ دولت نہ دھن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

جو بھی انسان مقصد سے پھر جائیگا
وہ تو خود ہی جہنم میں گر جائیگا
اور خود ہی جلائے گا اپنا بدن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

شہرِ طاعت میں آباد ہو جایئے
فکرِ دنیا سے آزاد ہو جایئے
خلد بن جائینگے پھر یہ دشت و دمن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

باغ یہ کب تلک یہ کلی کب تلک
مثلِ بلبل کے یہ نغمگی کب تلک
فکرِ صحرا بھی کیجئے اسیرِ چمن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

آپ کب تک چلیں گے ہواؤں کے ساتھ
ان عزیزوں کے ساتھ آشناؤں کے ساتھ
اب تو بننا پڑے گا روایت شکن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

شکل و صورت بنانے سے ڈرتے ہیں آپ
پیروی جب زمانے کی کرتے ہیں آپ
دعوئ عشق کیسا ہے پھر جانِ من
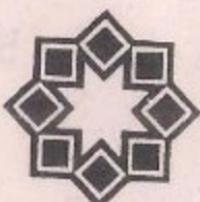
سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

یہ جوانی خدا پر فدا کیجئے
زندگانی کا حق یوں ادا کیجئے
وار دیجئے انہیں پر اثر جان و تن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن
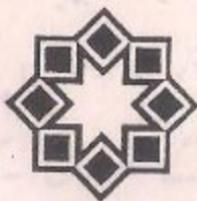
اب تو اظہار کیجئے خیالات کا
کچھ اثر بھی ہوا ہے مری بات کا
یا فقط اس کو سمجھا اثر کا سخن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

تباہیٔ مسلم

میں کیا بتاؤں دوستو عالم میں چار سُو
یوں ہی نہیں تباہیٔ مسلم کی دھوم ہے

مسجد میں ایک صف بھی مکمل نہیں مگر
بازار جا کے دیکھئے کتنا ہجوم ہے

روزہ نماز ذکر و تلاوت نہیں مگر
ٹی وی ہے وی سی آر ہے گانا ہے فلم ہے

اس دور میں بھی امت مسلم کا یہ وجود
سچ پوچھئے تو ربِ محمد ﷺ کا حلم ہے

التجا

مجھ کو بیشک نصیحت کا کچھ حق نہ تھا
پر میں جذبات کو اپنے کرتا بھی کیا
میں بھی بیٹا ہوں یا بھائی ہوں آپ کا
میری باتوں کا ہرگز نہ مانیں برا

میری التجا ماؤں بہنوں سے ہے یہ
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

ہم پہ احسان ہے کس قدر دین کا
اس کے احکام اس کے قوانین کا
یہ ہے دراصل زیور خواتین کا
جس کو ہم نے بنایا ہے اک مسئلہ

میری التجا ماؤں بہنوں سے ہے یہ
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

جو مقام عورتوں کا ہے اسلام میں
ہو نہیں سکتا مغرب کی اقوام میں
وہ تو آگے ہیں غیرت کے نیلام میں
ہم یہ سوچیں کہ آخر ہمیں کیا ہوا

میری التجا ماؤں بہنوں سے ہے یہ
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

بیٹیاں جو کہ پھرتی ہیں یوں بے نقاب
سر پہ ماں باپ کے بھی ہے اسکا عذاب
کیوں نہ تم نے دیا انکو درسِ حجاب
روزِ محشر یہ پوچھے گا ان سے خدا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

یہ جو کالج کی مخلوط تعلیم ہے
در حقیقت یہ محتاجِ ترمیم ہے
یہ خلافِ تقاضائے تکریم ہے
غیر محرم کا ہو آمنا سامنا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

جس میں پھنس کر ہمارا برا حال ہے
در حقیقت یہی مغربی جال ہے
جس سے غیرت مسلماں کی پامال ہے
کھیل سارا ہے یہ سوچا سمجھا ہوا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

میں نہیں مانتا مغربی ساز کو
میں نہیں جانتا روسی آواز کو
کوئی سمجھے تو اسلام کے راز کو
اس نے کیوں حکم پردے کا ہم کو دیا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

میں نے مانا ترقی کا یہ دور ہے
اس صدی کا تقاضا بھی کچھ اور ہے
پر یہ نکتہ بھی تو قابلِ غور ہے
کیا ترقی میں مانع ہے شرم و حیا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

مجھ کو تسلیم نیت بہت صاف ہے
اس میں کچھ شک نہیں دل بھی شفاف ہے
پر یہ خود ہی کہیں کیا یہ انصاف ہے
حکم قرآن کا ہم نے رد کردیا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

کس لئے جی نہیں لگتا گھر بار میں
کیا نکلنا ضروری ہے بازار میں
فرق پھر کیا رہا ہم میں اغیار میں
کیا ترقی کا ہے اک یہی راستہ

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

آج تو ہیل جیسے کہ گھوڑے کی ٹاپ
اور حکم شریعت سمجھتے ہیں آپ
سن نہ پائے کوئی زن کے قدموں کی چاپ
بولنا چالنا دیکھنا تو کجا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

عام جب سے اثر بے حجابی ہوئی
نوجوانوں میں پیدا خرابی ہوئی
اور ابلیس کو کامیابی ہوئی
کاروبارِ شیاطیں چمکنے لگا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

سات قسم کے لوگ عرش کے سائے میں

ہوں آج کچھ فضیلتیں معلوم آپ کو
بتلاؤں اک حدیث کا مفہوم آپ کو

اسکی کمی و بیشی خدا در گزر کرے
اللہ کرے یہ بات دلوں پر اثر کرے

جس دن سوائے عرش کے سائے کے اور کوئی
سایہ نہ ہوگا دوستو اس وقت اس گھڑی

ہونگے جو سات قسم کے لوگ عرش کے تلے
آسان ہونگے جن کے لئے سارے مرحلے

وہ خوش نصیب کون ہیں سنئے دھیان سے
ہے قیمتی یہ بات سنیں دل کے کان سے

پہلا وہ بادشاہ جو عادل ہو اور نیک
جس کی نظر میں مالک و مزدور سب ہوں ایک

یوں بھی ہر ایک آدمی ہے گھر میں حکمراں
اس واسطے اسے یہ فضیلت ملے گی ہاں

وہ گھر میں ہو تو بیوی و بچوں میں رحمدل
غصے میں اور مزاح میں دونوں میں معتدل

گھر پر خدا کے دین کی باتیں بتائے وہ
بچوں کو نیک اور نمازی بنائے وہ

گر کوئی اس کی بات کو مانے نہ پیار سے
بیشک پھر اس کو حق ہے کہ منوائے مار سے

اور دوسرا وہ شخص جوانی میں جو کرے
اللہ کی عبادت اور اللہ سے ڈرے

مغلوب ہو نہ جائے تقاضائے نفس سے
ہر قسم کے مجاہدے کروائے نفس سے

اپنی جوانی اپنے خدا پر فدا کرے
اور اس طرح جوانی کا وہ حق ادا کرے

اور تیسرا وہ شخص کہ مسجد میں جس کا دل
اٹکا رہے نماز کی چاہت میں مستقل

مسجد سے آئے اور پھر جانے کا ہو خیال
مسجد سے اس کو ربط ہو اس درجہ باکمال

اہل و عیال میں بھی عبادت کی فکر ہو
اور کاروبار میں بھی جماعت کی فکر ہو

چوتھے وہ خوش نصیب جو اللہ کے واسطے
رکھتے ہوں دوستی و محبت کے رابطے

ملتے نہ ہوں وہ نفس کی خواہش لئے ہوئے
دونوں رہیں خدا سے تعلق کئے ہوئے

اس پر ہو اجتماع اسی پر جدائی ہو
اللہ ہی کے واسطے یہ آشنائی ہو

دنیا کی بات پر نہ لڑائی ہوا کرے
حتیٰ کہ آکے موت ہی ان کو جدا کرے

اور پانچواں وہ شخص جو پرہیزگار ہو
اسلاف کے مذاق کا آئینہ دار ہو

عورت کوئی حسین و جمیل اور بانسب
اپنی طرف بلائے برے کام کے سبب

لیکن وہ یوں جواب دے ڈرتا ہوں رب سے میں
تیرے قریب آتا نہیں اس سبب سے میں

گر تجھ کو خوش کروں تو وہ رب العالمیں
ناراض ہو گا مجھ سے مجھے اسکا ہے یقیں

اور ہاں چھٹا وہ شخص جو صدقہ کرے اگر
دے دائیں ہاتھ سے تو نہ ہو بائیں کو خبر

خیرات دے کے سب کو سناتا نہیں پھرے
نیکی اگر کرے تو جتاتا نہیں پھرے

گر تذکرہ چھڑے بھی کہیں ہنس کے ٹال دے
نیکی کرے تو سچ ہے کہ دریا میں ڈال دے

اور ساتواں وہ شخص جو تنہائی میں کبھی
اپنے خدا کو یاد کرے اور اس گھڑی

اس مردِ حق کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے
سینے سے اسکے اشک کا دریا ابل پڑے

یا خوف سے خدا کے وہ ہو جائے اشکبار
پچھلے گناہ سوچ کے روتا ہو زار زار

اسکے لئے بھی عرش کے سائے کی ہے خبر
مخبر ہیں کون صادقِ کل سیدالبشر ﷺ

یہ ہیں وہ خوش نصیب وہ محبوبِ کردگار
اللہ کرے کہ ان میں ہمارا بھی ہو شمار

معیارِ عشقِ رسول ﷺ

کیا یہی عشق ہے کیا یہی پیار ہے
شکلِ عاشق سے معشوق ﷺ بیزار ہے

عاشقِ نابدار اک نظر دیکھیے
عاشقی کی عمارت تو مسمار ہے

کیا یہی ہیں مسلماں کے چال و چلن
معصیت معصیت پر بھی اصرار ہے

طالبِ مغفرت بھی تو کوئی بنے
یہ بجا ہے کہ اللہ غفار ہے

منہ دکھائے گا کیسے سرِ حشر تو
پیٹھ پر جو گناہوں کا انبار ہے

نفس و شیطاں کو کرتا ملامت نہیں
کیا ضمیرِ مسلمان مردار ہے

کوئی عیسائی ہے اور یہودی کوئی
کفر و الحاد کا گرم بازار ہے

اور تو ہے کہ سوتا ہے گھر میں پڑا
جوشِ ایمان شاید کہ بیمار ہے

اپنی ہستی کو حق پہ مٹا کر دکھا
اے مسلماں اگر تو وفادار ہے

ایک چھوٹے سے دل کی نہ تعمیر کی
تو بڑی کوٹھیوں کا تو معمار ہے

تجھ کو خلدِ بریں کی تو ہے جستجو
پر ترا ہر قدم جانب نار ہے

ایک دوجے سے بغض و عداوت رکھیں
کیا یہی آدمیت کا معیار ہے
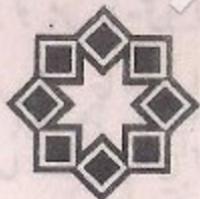
پر وہ آپس میں اُلجھتی ہے کیا کیجئے
میں نے مانا ترے پاس تلوار ہے

الصلوٰۃ الصلوٰۃ اُمتی اُمتی
وقتِ رخصت یہی وردِ سرکار ﷺ ہے

اور یہ امتی اُف خدا کی پناہ
جن کو سنت پہ چلنا بھی دشوار ہے

صورتِ مصطفیٰ ﷺ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ
کیا ترقی کی راہوں میں دیوار ہے

غیر کے راستے پر تو چلتا ہے کیوں

راہِ سنت پہ چلنے میں کیا عار ہے

اپنے اسلاف کو دیکھتا کیوں نہیں

کیوں نئی روشنی کا پرستار ہے

جو الاپے ترقی کا راگِ عبث

وہ مفکر نہیں ہے وہ فنکار ہے

اپنی گفتار کا خود مخاطب اثرؔ

کیونکہ سب سے بڑا یہ سیہ کار ہے

اے کاش ترا خود کو پرستار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہم کو کہ ترا حسن ہے فانی
اک خواب کی مانند ہے الفت کی کہانی
ورنہ کبھی ضائع نہیں کرتے یہ جوانی

اور خود کو کبھی عشق کا بیمار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

وہ زلفِ سیہ وہ لب و رخسار تمھارے
ہم جن کے سبب ہو گئے بیمار تمھارے
اور ناز اٹھانے لگے بیکار تمھارے

اس دام میں ہم خود کو گرفتار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہے خواب بہت جلد بکھرنا
اے حسن کی دیوی تجھے اک روز ہے مرنا
نادان تھے کم فہم تھے اے دوست وگرنہ

مر جاتے مگر ہم ترا دیدار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

اے کاش ترا خود کو پرستار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہم کو کہ ترا حسن ہے فانی
اک خواب کی مانند ہے الفت کی کہانی
ورنہ کبھی ضائع نہیں کرتے یہ جوانی

اور خود کو کبھی عشق کا بیمار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

وہ زلفِ سیہ وہ لب و رخسار تمہارے
ہم جن کے سبب ہو گئے بیمار تمہارے
اور ناز اٹھانے لگے بیکار تمہارے

اس دام میں ہم خود کو گرفتار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہے خواب بہت جلد بکھرنا
اے حسن کی دیوی تجھے اک روز ہے مرنا
نادان تھے کم فہم تھے اے دوست وگرنہ

مر جاتے مگر ہم ترا دیدار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

مراقبۂ موت و حشر

پہلے تو یہ سوچئے میں کس قدر بیمار ہوں
اور پھر مرنے کو گویا اب تو میں تیار ہوں

بعد اسکے سوچئے میں مر گیا روتے ہیں سب
جمع میرے مرنے کی سن کر خبر ہوتے ہیں سب

مجھ کو تختے پر لٹایا اور نہلانے لگے
پھر کفن کچھ لوگ مل کر مجھ کو پہنانے لگے

اب مجھے سب دیکھتے ہیں آخری دیدار ہے
سب کے دل میں حسرتیں ہیں سب کے دل میں پیار ہے

اب جنازہ ہے مرا تیار لے جانے لگے
اہلِ خانہ کو مرے کچھ لوگ بہلانے لگے

لا کے میت کو مری مسجد کے باہر رکھ دیا
اور پھر میرا جنازہ سب نے مل کر پڑھ لیا

اب مجھے کچھ لوگ قبرستان لے جانے لگے
پھر وہ قبرستاں پہنچ کر مجھ کو دفنانے لگے

کل تلک اپنے تھے جو وہ آج بیگانے لگے
جب اندھیرے میں مجھے سب چھوڑ کر جانے لگے

قبر میں اب میں ہوں تنہا پاس ہیں منکر نکیر
جانبِ حق سے یہ گویا آئے ہیں بن کر سفیر

اب انہوں نے جو کیا مجھ سے اگر کوئی سوال
پاس تو کچھ بھی نہیں اس بدعمل کے جز ملال

پھر یہ سوچیں حشر کا میدان قائم ہو گیا
روزِ محشر عدل کا میزان قائم ہو گیا

میں کھڑا ہوں اک طرف ہے خوف سے حالت بری
کیا دکھاؤں گا میں صورت ہے مری سیرت بری

غیب سے اتنے میں اک آواز آتی ہے مجھے
ذات اس قہار کی جیسے بلاتی ہے مجھے

آ ادھر آ بدعمل تیرا ابھی اب لے لوں حساب
کھول نالائق ذرا اعمال کی اپنی کتاب

اب سوالوں سے میں ان کے ہو گیا ہوں لاجواب
خلد میں جانا کجا یاں ہو گیا حکمِ عذاب

اب فرشتوں کے لئے ہوتا ہے یہ ارشادِ حق
ڈال دو دوزخ میں اسکو تا کہ حاصل ہو سبق

زندگی بھر یہ برے اعمال کرتا ہی رہا
عالمِ فانی کی رنگینی پہ مرتا ہی رہا

اور ستم اس پر کہ خود کو باعمل کہتا تھا یہ
اپنی ہی تعریف میں شعر و غزل کہتا تھا یہ

کیا خبر اس کو نہیں تھی ایک دن پیشی بھی ہے
عقبیٰ اس کا گھر ہے یہ دنیا میں پردیسی بھی ہے

اس نے اپنی عاقبت تو خود ہی کرلی ہے تباہ
سن کے یہ باتیں جھکی ہے شرم سے میری نگاہ

لوگ سارے دیکھتے ہیں مجھ ذلیل و خوار کو
خاسر و بدبخت کو بدکار کو لاچار کو

اب سوائے حسرت و افسوس کے کیا کیجئے
اے اثر اس بات کو ہر روز سوچا کیجئے

ضعیفوں سے التجا

میں ہوں کیا اور میری حقیقت ہے کیا
میں کسی کو نصیحت کروں کیا بھلا
میرے طرزِ تخاطب سے ہوں مت خفا
مجھ میں برداشت کا اب نہیں حوصلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

سوئے منزل چلا زیست کا قافلہ
شب کی تاریکی پھیلی ہے دن ڈھل گیا
ٹمٹمانے لگا زندگی کا دیا
اب ہے پیشِ نظر قبر کا مرحلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

پہلے بچپن گیا پھر لڑکپن گیا
دیکھتے دیکھتے ہی جواں بن گیا
اب تو عہدِ ضعیفی میں ہر فن گیا
اب تو مسجد کا آسان ہے راستہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

لاکھ شیریں تھا عہدِ جوانی کا پھل
اب تو گرنے کو ہے دارِ فانی کا پھل
جس نے کھایا ہے اس زندگانی کا پھل
اس کو چکھنا پڑا موت کا ذائقہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

میں نے مانا ہے مصروفیت ٹھیک ہے
زور پر کسبِ دنیا کی تحریک ہے
پر یہ سوچا کبھی قبر نزدیک ہے
اس کی خاطر بھی ہے کوئی سامان کیا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

یہ بجا ہے کہ دنیا یہ رنگین ہے
باعثِ بے حسی اس کی تزئین ہے
پر یہ غفلت جو ہے جرمِ سنگین ہے
ہے بھیانک بہت آخرت کی سزا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

آہ جو قربِ مولیٰ سے محروم ہے
خود ہی ظالم ہے وہ خود ہی مظلوم ہے
ظاہراً خوش ہے باطن میں مغموم ہے
کیوں نہ ہو جب ہو خالق خوشی کا خفا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

کاش ہو جائے پورا وہ قبل از اجل
رب سے وعدہ کیا تھا جو روزِ ازل
اتنے احساں فراموش اور بے عمل
ایسے ہرجائی ہوتے ہیں اہلِ وفا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

دیں کا فقدان دنیا کی بہتات ہے
آخری عمر میں محوِ لذات ہے
اس قدر بے حسی بھی بری بات ہے
جا کے مرقد میں جاگے گا احساس کیا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

کوئی تو مغفرت کا بہانہ بنے
لوگ فقرے کسیں یا فسانہ بنے
لاکھ اپنا مخالف زمانہ بنے
اب تو کرنی ہے حاصل خدا کی رضا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

آہ بندوں کی حالت ہے کتنی خراب
معصیت پر نہیں آتا ان کو حجاب
آخرش کس طرح دوں میں انکو عذاب
بوڑھے مومن سے آتی ہے رب کو حیا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

دیں نہ دل میں جگہ نخوت و جاہ کو
کرلیں پابند اب قوتِ باہ کو
منہ دکھانا ہے محشر میں اللہ کو
اپنے اعمال کا خود ہی لیں جائزہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

اتنا محبوب ہے اپنا عہدِ شباب
اب بھی بالوں کو کرتے ہیں کالا خضاب
ختم ہوتا نہیں ہے امیدوں کا خواب
کیا اجل ہی سے ٹوٹے گا یہ سلسلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

عمرِ رفتہ کی غفلت کا غم ہے بہت
میں نے مانا یہ غم محترم ہے بہت
مسئلہ یہ ہے اب وقت کم ہے بہت
اب تو کر ہی لیں اصلاح کا فیصلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں اب
فکرِ عقبیٰ سے سرشار ہو جائیں اب
اب بھی موقع ہے ہشیار ہو جائیں اب
غفلتوں کی بھی ہوتی ہے کچھ انتہا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

اس سے پہلے کہ کھولیں فرشتے کتاب
اپنے اعمال کا کرلیں خود احتساب
جائے حسرت نہ بن جائے روزِ حساب
خون رونے سے بھی پھر نہیں فائدہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

رحمتِ حق کا گر چاہتے ہیں ظہور
پھر تو لازم ہے چہرے پہ سنت کا نور
تا کہ پہچان لیں حشر میں خود حضور ﷺ
اور کردیں شفاعت کا مژدہ عطا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

ایک گل کے لئے گلستاں چھوڑ دیں
حکمِ خالق نہیں اپنا دل توڑ دیں
اب گنہ چھوڑ دیں اپنا رخ موڑ دیں
آخرت میں اگر چاہتے ہیں جزا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے

اکبر الہ آبادی مرحوم کے شعر پر تضمین کی گئی نظم

وہی تاریخ جس کی رہ گئی تھی بس فسانے میں
وہ جو مظلوم بن کر کل تلک تھا آستانے میں
وہی مصروف ہے اب ظلم کی دیوار ڈھانے میں
مگر کچھ مہرباں مشغول ہیں کانٹے بچھانے میں

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نئی تہذیب کا یہ قتلِ عام اچھا نہیں لگتا
پڑھے لکھوں کو اسلامی نظام اچھا نہیں لگتا
غلاموں کو مئے وحدت کا جام اچھا نہیں لگتا
یہ وہ بندے ہیں جن کو رب کا نام اچھا نہیں لگتا

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بھلائی لاکھ پھیلائے برائی کیوں مٹاتا ہے
شرابِ معصیت کا جام منہ سے کیوں چھڑاتا ہے
کرے اپنی عبادت دوسروں کو کیوں بلاتا ہے
یہ خود تو جاگتا ہی ہے جہاں بھر کو جگاتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

زمانے بھر سے رخ کو موڑنے کی بات کرتا ہے
سرِ میدان یہ سر پھوڑنے کی بات کرتا ہے
اس عہدِ نو میں ٹی وی توڑنے کی بات کرتا ہے
یہ دیوانہ معاصی چھوڑنے کی بات کرتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نہیں روکا گیا تو ایک دن حد کر کے رکھ دے گا
یہ قائم چار سُو پردے کی سرحد کر کے رکھ دے گا
کہ ماؤں بہنوں کو گھر میں مقید کر کے رکھ دے گا
یہ دیوانہ نفاذِ دینِ احمد ﷺ کر کے رکھ دے گا

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

تمھیں معلوم ہے یہ کس قدر ہے سود کا دشمن
یہ ہمائب کا تمنائی یہ ہے موجود کا دشمن
یہ ابلیسِ لعیں کی کاوشِ مردود کا دشمن
ترقی میں رکاوٹ منزلِ مقصود کا دشمن

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نہ رشوت خود ہی لیتا ہے نہ ہم کو لینے دیتا ہے
نہ چوری خود ہی کرتا ہے نہ ہم کو کرنے دیتا ہے
نہ اپنی جیب بھرتا ہے نہ ہم کو بھرنے دیتا ہے
نہ یہ خود آگے بڑھتا ہے نہ ہم کو بڑھنے دیتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ دیوانہ فقط عشق و جنوں کی بات کرتا ہے
یہ سازوں کی نہیں سوزِ دروں کی بات کرتا ہے
خدا کے راستے میں قتل و خوں کی بات کرتا ہے
یہ دنیا دے کے عقبیٰ کے سکوں کی بات کرتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

الا اللہ الا اللہ الا اللہ الا اللہ

کرۂ ارض کو گردش میں یوں زیرِ فلک رکھا کس نے
سورج چاند ستاروں میں یہ نور و چمک رکھا کس نے
لیلی کے فانی چہرے پر ایسا نمک رکھا کس نے
خالقِ حسن کی ہر لحظہ ہے شان نئی سبحان اللہ

الا اللہ الا اللہ الا اللہ

کیا کیجے لبریز جب ان کی الفت کا پیمانہ ہو
عقل کی زنجیروں کو توڑے عشق میں یوں دیوانہ ہو
غیروں کا کیا ذکر جب اپنے آپ سے ہی بیگانہ ہو
نشہء عشقِ الٰہی یارو چیز ہی ایسی ہے واللہ

الا اللہ الا اللہ الا اللہ

تاریخ اپنی عظمت کی لکھوائی ربِ کعبہ
جان لٹا کر دین کو زندہ رکھا ہمارے آباء نے
جنگِ احد میں خونِ نبوت دیکھا جوں ہی صحابہ نے
اک دن میں دیں ستر جانیں ایسا پیارا ہے للہ

الا اللہ الا اللہ الا اللہ

تیغِ حکمِ خدا کو رکھیں اپنی گردن پر ہم بھی
راہِ حق میں اپنی ہتھیلی پہ لے جائیں سر ہم بھی
مثلِ علیؓ کے حملہ کردیں نفس کے خیبر پہ ہم بھی
راہِ خدا میں جان لڑادیں ہم بھی پڑھ کر بسم اللہ

اللہ الاّ اللہ الاّ اللہ الاّ

عشقِ خدا کی آگ وہ پہلے صحنِ دل میں لگاتے ہیں
جس سے معاصی کے سارے ہی خار و خس جل جاتے ہیں
پھر سالک کو آسانی سے منزل پر پہنچاتے ہیں
رب نے ایسا شیخ دیا ہے سب کہہ دو سبحان اللہ

اللہ الاّ اللہ الاّ اللہ الاّ

اپنے رب سے غافل ہو کر اپنی عمر گنوا بیٹھے
بھول کے اپنے مولیٰ کو ہم دل غیروں سے لگا بیٹھے
خالقِ دل سے ناطہ توڑا دل کا چین لٹا بیٹھے
چین کہیں ہے عشقِ بتاں میں توبہ توبہ معاذ اللہ

اللہ الاّ اللہ الاّ اللہ الاّ

اب تک جو ہونا تھا ہوا اب دل سے توبہ کرتے ہیں
ترکِ معاصی کا اے اخترؔ ہم آج ارادہ کرتے ہیں
اپنے شیخ کی محفل میں ہم لوگ یہ وعدہ کرتے ہیں
اب مولیٰ کو راضی کریں گے سب کہہ دو انشاء اللہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

برکتِ ماہِ صیام اور بہارِ تقویٰ

ہے اس مہینے میں روح تازہ تباہ دنیائے آب و گل ہے
اُدھر شیاطین قید میں ہیں تو نفس دشمن بھی مضمحل ہے
جسے بھی دیکھو وہ تشنہ لب ہے جسے بھی دیکھو شکستہ دل ہے
ہر اک کا معمول ذکر قرآں نماز روزے پہ مشتمل ہے
ہوائے غفلت اکھڑ گئی ہے عمل کا گلشن نکھر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آگئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہِ مبارک میں ہر مسلماں سنور چکا ہے

سب اہل ایمان ذکر و طاعت میں ایک دوجے سے بڑھ رہے ہیں
اِدھر وہ افطار کر رہے ہیں اُدھر تراویح پڑھ رہے ہیں
تمام حفاظ پڑھ کے قرآں بہشتی زینوں میں چڑھ رہے ہیں
مسافرانِ رہِ طریقت بھی سمتِ منزل کو بڑھ رہے ہیں
گماں کی شب گزر چکی ہے یقیں کا سورج ابھر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آگئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہِ مبارک میں ہر مسلماں سنور چکا ہے

حلال سے تو رکے ہوئے ہیں حرام سے بھی بچائیں خود کو
کہ زندگی بھر لباسِ تقویٰ کی رونقوں سے سجائیں خود کو
مہِ مبارک کے بعد بھی تو عمل کا عادی بنائیں خود کو
ہے شوقِ منزل تو شیخ کامل کی صحبتوں میں مٹائیں خود کو
خدا نے چاہا تو خود کہیں گے خودی کا نشہ اتر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آ گئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہ مبارک میں ہر مسلماں سنور چکا ہے

نہ اب زمانے کی بات کیجئے بس اپنے مولیٰ کا نام لیجئے
اب اپنے مرشد کے دامنِ حق کو آپ مضبوط تھام لیجئے
کہ غسلِ ترکِ گناہ کر کے حیاتِ تقویٰ کا جام لیجئے
خدا کی نصرت بھی ساتھ ہو گی جو آپ ہمت سے کام لیجئے
کہ اب تو شیرازہ نفس و شیطاں کے وسوسوں کا بکھر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آ گئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہ مبارک میں ہر مسلماں سنور چکا ہے

بری مجالس میں ہم نہ جائیں گے نیک صحبت میں اب رہیں گے
کہ بد گمانی سے بد نگاہی سے جھوٹ غیبت سے ہم بچیں گے
اور اب جماعت سے سب نمازوں کو جا کے مسجد میں ہم پڑھیں گے
جو عہد ہم نے کیا ہے مرشد سے اے اختر اس پہ مر مٹیں گے
اسے ہو کیا اختیار خود پر فروخت خود کو جو کر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آ گئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہ مبارک میں ہر مسلماں سنور چکا ہے

متفرقات

پھر آج اشک کے دریا میں آ گیا طوفان
پھر آج بستیٔ رخسار زیرِ آب ہوئی

ایک ساتھی کے داڑھی منڈا دینے پر جذبات کا اظہار

خواب تھا دامنِ امید مرا بھر جانا
میں نے اک قطرۂ شبنم کو سمندر جانا

بے وفائی جو ہوئی تجھ سے ترا کیا تھا قصور
میں نے اس ظلم کو بھی اپنا مقدر جانا

اس کو خوش فہمی کی آخر کو سزا ملنی تھی
جس نے پژمردہ کلی کو بھی گلِ تر جانا

اس کو دل چیر کے دکھلاؤں تو حاصل کیا ہو
جس نے اس شیشۂ نازک کو بھی پتھر جانا

ہائے افسوس مری آنکھ نے دھوکہ کھایا
اپنا قد اپنے ہی سائے کے برابر جانا

جیتے جی آنکھ نے سنت کا جنازہ دیکھا
ایسے جینے سے تو بہتر تھا مرا مر جانا

کس طرح کرلیا مومن نے گوارا یہ ظلم
تاجِ سنت سے تو ارزاں تھا اتر سر جانا

ایک دوست کے یونیورسٹی کو خیرباد کہنے پر اسکی تسلی کے لئے معترضین کو

منظوم جواب

مجھے یہ غم کہ مری آخرت کا کیا ہوگا
اسے یہ فکر کہ دنیا مری خراب ہوئی

اسے گماں کہ ہے مقصد نظر سے پوشیدہ
مجھ یقیں کہ حقیقت خیال و خواب ہوئی

اسے یہ دکھ کہ میں دنیا میں ہوگیا ناکام
مجھے خوشی مری کوشش تو کامیاب ہوئی

اسے ملال کہ مجھ پر ہی آزمائش کیوں
میں اس پہ خوش کہ ادھر نظرِ انتخاب ہوئی

پھر آج اشک کے دریا میں آگیا طوفان
پھر آج بستیٔ رخسار زیرِ آب ہوئی

فضیلتِ حفّاظِ قرآنِ کریم

جن کو خدا نے حافظِ قرآن کردیا
خلدِ بریں کا راستہ آسان کردیا

رکھا نہ جس نے قلب میں قرآں کا کوئی جزو
اس نے خود اپنے قلب کو ویران کردیا

اپنے بڑوں کو حفظِ کلامِ عظیم سے
اک طفلِ نونہال نے حیران کردیا

"انا لہ، لحافظون" یوں ہی نہیں کہا
حفظِ کلامِ پاک کو آسان کردیا

دل اس کلامِ پاک کا یٰسین کو کیا
اس کی دلہن کو سورۂ رحمٰن کردیا

دس نیکیاں ملیں گی ہر اک حرف پر اثر
آقائے نامدار ﷺ نے اعلان کردیا

مرزا ٹھگوں سے کم نہیں

یہ کہنا کچھ ستم نہیں ہر گز فضول ذم نہیں
کہتے ہیں جھوٹ ہم نہیں مرزا ٹھگوں سے کم نہیں

دجال کاذب و لعیں وہ شخص مارِ آستیں
وہ دوزخی ہے بالیقیں وہ لائق ارم نہیں

وہ باغی شہنشاہ کا وہ خار حق کی راہ کا
اس قوم پر اللہ کا وہ قہر تھا کرم نہیں

وہ مرکزِ تشنہ لبی وہ گمرہ، تیرہ شبی
وہ شخص تو ذی عقل بھی اللہ کی قسم نہیں

کانٹا رہِ نجات کا رہزن اندھیری رات کا
اپنی کسی بھی بات کا وہ رکھ سکا بھرم نہیں

وہ نفس کا غلام بھی بدذوق و بد کلام بھی
بدنام اس کا نام بھی ہر گز وہ محترم نہیں

مرزائیوں کا خوف و ڈر سنیئے ہے قصہ مختصر
آئے مقابلِ اثر اتنا کسی میں دم نہیں

؎ سگِ قادیان مرزا غلام احمد قادیانی ملعون

یہ تیر اُس غلام پر ہے

یہ تیر اُس غلام پر اُس تیرگی کی شام پر
بدذوق و بدکلام پر اُس گرگٹ الہام پر

جو کر نہ کچھ عمل سکے جو صرف ہاتھ مل سکے
جسکا نہ زور چل سکے خود نطقِ بے لگام پر

سمجھ نہ تھی جسے ذرا دل جسکا کذب سے بھرا
ہیضے کی موت میں مرا پلتا رہا حرام پر

ڈرپوک بزدلی کرے غیروں کی پیروی کرے
آقا علیہ ﷺ سے دشمنی کرے لعنت ہے اس غلام پر

یہ مسئلہ ادق نہیں جب نام اور نسق نہیں
مرزائیوں کا حق نہیں اس دین پر اسلام پر

اک وہ شہِ دنیا و دیں اک یہ درندۂ زمیں
دھبہ ہے مرزائے لعیں انسانیت کے نام پر

اپنی سزا وہ پائے گا دوزخ ضرور جائے گا
آنکھوں سے خوں بہائے گا اپنے خیالِ خام پر

ملتی بھی کیوں اسے سحر پھرتا رہا وہ دربدر
وہ جس کو ناز تھا اثر انگریز کے نظام پر

ے سگ قادیان مرزا غلام احمد قادیانی ملعون

بحمد للہ میں اس کتاب کو مرشدی و مولائی سیدی و سندی عارف
باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب مدظلہ العالی
کے نامِ نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسنِ انتخاب کی ہے

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث

جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلام منظوم میں ایک تاثیر رکھی ہے جو دلوں پر اثر کرتی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ کے متعلق احادیثِ مبارکہ کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو یہ مسلمانوں کیلئے ایک عجیب جذباتی منظر تھا کیونکہ مسلمان برسوں کے بعد اس مقامِ مقدس میں داخل ہو رہے تھے۔ جہاں برسوں ان کا داخلہ ممنوع تھا اور کفار قریش کی اجازت کا مرہونِ منت تھا۔ اس میں وہ صحابہؓ بھی شامل تھے کہ مکہ مکرمہ جن کا سابق وطن تھا تو عبد اللہ ابن رواحہؓ جو نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی لگام کو تھامے ہوئے تھے یہ اشعار پڑھ رہے تھے

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الخ

حضرت عمر فاروقؓ نے اشعار سنے تو فرمایا اے ابن رواحہؓ اللہ

تعالیٰ کے حرم میں اور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں تم یہ اشعار پڑھ رہے ہو تو نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ چھوڑ دو اور اشعار پڑھنے دو' خدا کی قسم یہ اشعار ان پر تیروں کی بارش سے زیادہ سخت ہیں۔ حضرت حسان ابن ثابتؓ کے اشعار نبی اکرم ﷺ خود سماعت فرمایا کرتے تھے اور مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیۃ کے اس منبر مبارک پر ان کو اشعار پڑھنے کا موقع مرحمت فرمایا کرتے تھے جس پر خود نبی کریم ﷺ بنفس نفیس کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی آیات اور احکام خداوندی بیان فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کا مشہور قصیدہ جو قصیدہ بانت سعاد کے نام سے عربی اسلامی ادب میں مشہور ہے جو حقیقۃً قصیدہ بردہ تھا واقعہ اجمالاً یوں ہے کہ کعب ابن زہیرؓ کے ہجو اور ذم کے ان اشعار کی بنا پر جو وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی مذمت اور ہجو میں کہا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے خون کو مباح قرار دیا تھا کہ جس شخص کو وہ جہاں بھی ملیں انہیں قتل کردیا جائے۔ ان کے بھائی جو مسلمان تھے انہوں نے قاصد بھیج کر ان کو اس کی اطلاع دی اور تنبیہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی دعوت بھی دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں ہدایت لکھی تھی۔ مسلمان ہونے کے ارادے سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت

میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور قصیدہ بنا کر ساتھ لائے اور ایک خاص حیلے سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور یہ قصیدہ سنایا۔ جب اس شعر پر پہنچے

ان رسول اللّٰہ لنور ان الرسول لسیف
یستضاء بہ مھند من سیوف اللّٰہ مسلول

تو نبی اکرم ﷺ کے بدن مبارک پر جو چادر تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ چادر اٹھا کر کعب ابن زہیر کو انعام میں عنایت فرمائی۔ انسانیت اور شعر و شاعری کی تاریخ میں شاید ہی کسی شاعر کو اس سے زیادہ قیمتی انعام ملا ہو۔ وہ چادر تبرک کے طور پر حضرت کعبؓ کے پاس محفوظ تھی جو بعد میں ان کی اولاد سے حضرت معاویہؓ نے چالیس ہزار دینار میں خریدی اور خلفائے بنو امیہ عید و جمعات میں برکت کے لئے اس چادر کو خطبہ دیتے وقت اپنے بدن پر ڈالا کرتے تھے۔

اس طویل تمہید کا خلاصہ فقط یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور دین فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دین نے انسانوں کی فطری صلاحیتوں سے ان کو محروم نہیں کیا اور ان کو صلاحیتوں کے ختم کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان فطری خواہشوں اور صلاحیتوں کو شر سے خیر کی طرف موڑ دیا۔ زمانہ اسلام سے پہلے شعر و شاعری کی صلاحیت کفر و شرک فسق و فجور زنا و

شراب کی تعریف کیلئے استعمال ہو رہی تھی۔ اسلام نے اس
فطری صلاحیت کو دین کی خدمت کیلئے استعمال کرنے کی
ترغیب دی اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ان من الشعر حکمة

یعنی بعض اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں زمانہ جاہلیت کے
شاعر امیہ بن الصلت کے شعر کو زبانِ نبوت نے شرف بخشا اور
آپ کبھی کبھار پڑھا کرتے تھے۔ الا کل شی ما خلا اللہ باطل
اور جب کوئی اس کا دوسرا مصرعہ پڑھتا کہ و کل نعیمة لا
محالة زائل تو آپ فرماتے تھے کہ لا نعیم الجنة یہ ایک تفصیلی
موضوع ہے جسکی تفصیل ایک طویل مقالہ کا تقاضہ کرتی ہے۔

اس وقت میرے سامنے جناب شاہین اقبال اثر جونپوری
صاحب جو ولی کامل حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ
العالی کے خادم خاص ہیں کا مجموعہ کلام ''روحِ سلوک'' ہے۔
اگرچہ میں ان کے پورے کلام سے استفادہ تو نہیں کر سکا البتہ
بعض اشعار پڑھے جو ماشاء اللہ بہت پر اثر ہیں۔ شعراء کے ایک
طبقہ کا خیال راسخ ہے کہ پر اثر اشعار کے لئے اور جگر کے سوز
وا اثر اور گرمی کے لئے شراب و شباب اور حسن و ادا کی ضرورت
ہے اور بغیر ان چیزوں کے اشعار میں سوز و گداز اور گرمی تاثیر
پیدا ہو ہی نہیں سکتی لیکن شعراء اسلام کی تاریخ اور ان کا کلام

اس پر گواہ ہے کہ اللہ و رسول اور دین کی محبت کی سوز و گداز اور گرمی و تاثیر ان چیزوں کی تاثیر سے بہت زیادہ اور حقیقی ہے۔

محترم جناب شاہین اقبال اثر کا کلام اس دعوے کا زندہ ثبوت ہے۔ بندہ کو سرسری نظر میں انکے جن اشعار نے متاثر کیا انہیں مشتے از نمونہ خروارے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ہم ان سے مل کر اک ایسی خوشی محسوس کرتے ہیں
کہ اس دنیا میں خود کو جنتی محسوس کرتے ہیں

یقیناً ان کا دل بھی کچھ نہ کچھ اللہ والا ہے
جو اہل اللہ سے مل کر خوشی محسوس کرتے ہیں

نبی ﷺ سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے

اب ایک ہی منزل ہے مری منزلِ طیبہ
یا دوسری صورت میں رہِ ملکِ عدم ہے
کس رخ سے کروں مصحفِ انوار کی توصیف
مدحِ شہِ ابرار ﷺ کا ہر باب اہم ہے

اے منزلِ جنت کا پتہ پوچھنے والے
او جھل مرے سرکار ﷺ کا کیوں نقشِ قدم ہے

نہیں ہے دوسرا نقشہ سوائے گنبدِ خضریٰ
درونِ خانۂ دل ایک ہی تصویر ملتی ہے

خواہشِ نفس ہے وہ شے جس کا
خون کرنا حلال ہوتا ہے

منڈلا رہے ہیں گردِ حرم کفر کے اسیر
نیت بری لئے ہوئے خنزیر کی طرح

موجودہ وقت میں خلیج میں امریکی اور یہودی افواج کی موجودگی کے پس منظر میں یہ مذکورہ بالا شعر بہت پر تاثیر اور انقلاب پسندانہ ہے۔ اس قسم کے مزید جواہر پاروں سے کتاب مزین ہے۔ مطالعہ کرنے سے میرے اس تاثر کی صداقت معلوم ہو گی۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم جناب شاہین اقبال اثر صاحب کے کلام میں مزید اثر پیدا فرمادے اور اس امت اور جہاد کو ان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ قبولیت عامہ تامہ عطا فرمائے (آمین)

مفتی نظام الدین شامزئی

۲۸/۲/۱۴۲۱ھ

تقریظ

جناب نثار احمد خان فتحی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمت اللہ علیہ

شاہین اقبال اثر جونپوری ایک صالح اور متدین نوجوان ہیں اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے شرف ارادت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب بنام "روحِ سلوک" ان ہی کی لکھی ہوئی حمد، نعتوں اور پند و موعظت کا مجموعہ ہے۔ مسودہ دیکھنے سے محسوس ہوا کہ جس طرح حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تعلیمات پر مبنی ملفوظات کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب نے اشعار کے سانچے میں ڈھالا ہے اسی طرح شاہین اقبال اثر نے بھی اپنے شیخ کی منظوم ترجمانی کی ہے۔

طریقت کی اصطلاح میں سلوک الی اللہ، اللہ تعالیٰ تک رسائی یعنی قرب اور رضا حاصل کرنے کے راستے کو کہتے ہیں۔ یہ نعمت دو طرح سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک تو شریعت مقدسہ کے ظاہری اعمال مثلاً نماز، روزہ، تلاوت قرآن اور جملہ احکام قرآن پر عمل کرنے سے اور دوسرے تقویٰ یعنی شریعت کے باطنی اعمال مثلاً منکرات سے کلّی اجتناب، خلوص نیت، اللہ سے محبت، دین کی غیرت، صدق مقال، کسب حلال اور نفس کے تمام رذائل مثلاً تکبر، حسد، بخل، ریا وغیرہ کو اخلاق حسنہ سے بدلنے سے ہے۔ اس دوسرے طریقے کو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب بھی کہتے

ہیں۔ اسی کام کے لئے صوفیاء حضرات اور مشائخ عظام نے خانقاہیں بنوائیں اور بیعت کا سلسلہ جاری کیا تا کہ انسان شریعت کے ظاہری اور باطنی دونوں احکام پر عمل پیرا ہو کر نسبت احسان حاصل کرے جسکا ذکر حدیث جبرائیل میں مذکور ہے۔

سلوک کا راستہ بڑا کٹھن راستہ ہے ہر ایسی نفس کی خواہش پر جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی اور تعلیم کے خلاف ہو پر چھری چلانی پڑتی ہے۔ مگر جس کی طلب سچی ہو اسکی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ اور اللہ اپنے اولیاء کے ذریعے طالب صادق کو منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس راستے میں انسان کا اپنا نفس' اس کا اپنا ماحول اور شیطان لعین یہ تین زبردست رکاوٹیں پیش آتی ہیں جو طالب کو اللہ کی طرف جانے سے روکتی ہیں۔ انہیں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے کسی ایسے شیخ سے بیعت کی جاتی ہے جو اس راستے کے گرم اور سرد کو چکھ چکا ہو اور ان رکاوٹوں کو دور کر کے قرب خدا کے سائے میں پہنچ کر نسبت احسان سے مشرف ہو چکا ہو۔

شاہین اثر صاحب نے اپنے اشعار میں بڑی خوبی کے ساتھ راہ سلوک کے ایسے ہی نشیب و فراز سے آگاہ کیا ہے۔ کچھ اشعار دیکھیے۔

باغِ رہِ سلوک میں ممکن نہیں اثر
حاصل فنا کا پھول ہو خارِ انا کے ساتھ

بگڑے نہ آخرت کی کوئی بات بھی کہیں
دنیائے بے ثبات سے ایسے گزر چلو

وہیں ابلیس رکھ دیتا ہے بم لطفِ معاصی کا
جہاں تعمیر تقویٰ کی عمارت ہونے لگتی ہے

خالقِ قلب بھلا قلب میں آئے کیسے
ہم نے جب قلب میں غیروں کو بسا رکھا ہے

راہِ سلوک میں اپنے شیخ سے قلبی مناسبت اور طبعی محبت و عقیدت ایک لازمی امر ہے جسکی انتہا کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔ اسی فنا سے پھر فنافی الرسول اور پھر فنافی اللہ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے شیخ کو تمام ہم عصر مشائخ سے اپنے حق میں بہتر خیال کرنا بھی وصول کی ایک شرط ہے جسکو صوفیاء کی اصطلاح میں توحیدِ مطلب کہا جاتا ہے۔ اثر صاحب اس منزل کی طرف بھی رواں دواں ہیں' کہتے ہیں۔

صحبت میں فہم دین میں تقویٰ میں علم میں
لائے تو کوئی پیر مرے پیر کی طرح

بہت سے پھول ہیں لیکن کنول نہیں کوئی
کہ میرے شیخ کا نعم البدل نہیں کوئی

نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں' تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی شان میں افراط و تفریط دونوں خطرناک ہیں اور یوں بھی حضور ﷺ کے فضائل اور محاسن و کمالات کو کما حقہ بیان کرنا تو فرشتوں کے بس کی بات نہیں۔ مولانا شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرۃ النبی میں اس حقیقت کا

اظہار کتنے اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

فرشتوں میں یہ چرچا تھا کہ حالِ سرورِ عالم ﷺ
دبیرِ چرخ لکھتا یا تو خود روح الامین لکھتے

ندا یہ بارگاہِ عالمِ قدوس سے آئی
کہ یہ کچھ اور ہی شے ہے اگر لکھتے ہمیں لکھتے

اس کتاب میں شاہین آثر صاحب نے اپنی نعتوں میں اس حقیقت کو زیادہ آشکارا کیا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے عشق کا مطلب ان کی اتباع اور پیروی ہے۔ دعویٰ بلا دلیل دنیا اور آخرت کہیں بھی مقبول نہیں دعویٰ عشق ﷺ رسول کی دلیل صرف اور صرف اتباع اور انکی غلامی ہے کچھ شعر دیکھئے۔

نبی سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے

سرکار ﷺ کی مدحت تو کیا کرتے ہو لیکن
سرکار ﷺ کی سنت پہ چلا کیوں نہیں کرتے

جب آسمان مدحِ سرائے رسول ﷺ ہے
پھر کہکشاں تو آپ کے پیروں کی دھول ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً

بخاری شریف ۔ کتاب الادب

ترجمہ

بے شک بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں
جو لوگوں کے لئے نافع ہوتے ہیں۔

مجموعۂ کلام

حضرت جناب شاہین اقبال اثر صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم